ماہنامہ

اشراق

لاہور

اگست ۲۰۱۶ء

زیر سرپرستی

جاوید احمد غامدی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"...جنت کا تصور اگرچہ دل کو کھینچتا ہے، لیکن اُس کی راہ میں مشقتیں حائل ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور ہر طرح کے حالات میں منکرات سے پرہیز اور اخلاق عالیہ پر قائم رہنے کی جدوجہد۔ انسان اُس کی طرف بڑھنا چاہے تو اُسے یہ مشقتیں لازماً اٹھانی پڑتی ہیں۔ اِس کے برخلاف جہنم کی راہ میں مرغوبات کے خوان بچھا دیے گئے ہیں۔ انسان کبھی نہیں چاہتا کہ وہ اُس کا ایندھن بنے، لیکن یہ مرغوبات اُس کو اپنی طرف کھینچتے اور اِنھی کی لذتوں میں کھویا ہوا وہ بارہا اُس کے دروازے تک جا پہنچتا ہے۔"

— معارف نبوی

المورد

المورد

ادارۂ علم و تحقیق

المورد ملت اسلامیہ کی عظیم علمی روایات کا امین ایک منفرد ادارہ ہے۔ پندرھویں صدی ہجری کی ابتدا میں* یہ ادارہ اِس احساس کی بنا پر قائم کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین کا عمل ملت میں صحیح نہج پر قائم نہیں رہا۔ فرقہ دارانہ تعصّبات اور سیاست کی حریفانہ کشمکش سے الگ رہ کر خالص قرآن و سنت کی بنیاد پر دین حق کی دعوت مسلمانوں کے لیے اجنبی ہو چکی ہے۔ قرآن مجید جو اِس دین کی بنیاد ہے، محض حفظ و تلاوت کی چیز بن کر رہ گیا ہے۔ دینی مدرسوں میں وہ علوم مقصود بالذات بن گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ قرآن مجید تک پہنچنے کا وسیلہ ہو سکتے تھے۔ حدیث، قرآن و سنت میں اپنی اساسات سے بے تعلق کر دی گئی ہے اور سارا زور کسی خاص مکتب فکر کے اصول و فروع اور دوسروں کے مقابلے میں اُن کی برتری ثابت کرنے پر ہے۔

المورد کے نام سے یہ ادارہ اِس صورت حال کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اِس ادارے کا بنیادی مقصد دین کے صحیح فکر کی تحقیق و تنقید، تمام ممکن ذرائع سے وسیع پیمانے پر اُس کی نشر و اشاعت اور اُس کے مطابق لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام ہے۔

اِس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے، اُس کے اہم نکات یہ ہیں:

۱۔ عالمی سطح پر تذکیر بالقرآن کا اہتمام کیا جائے۔

۲۔ قرآن و سنت کے مطابق خدا کی شریعت اور ایمان و اخلاق کی تعلیم دی جائے۔

۳۔ دین کے صحیح الفکر علما اور محققین کو فیلو کی حیثیت سے ادارے کے ساتھ متعلق کیا جائے اور اُن کے علمی، تحقیقی اور دعوتی کاموں کے لیے اُنھیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں۔

۴۔ لوگوں کو آمادہ کیا جائے کہ جہاں جہاں ممکن ہے:

ا۔ اسلامی علوم کی ایسی درس گاہیں قائم کریں جن کا مقصد دین کے صحیح الفکر علما اور محققین تیار کرنا ہو۔

ب۔ ایف اے، ایف ایس سی اور اے لیول تک نہایت اعلیٰ معیار کے اسکول قائم کریں جن میں تعلیم و تعلم کے ساتھ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما اور اُن کی دینی اور تہذیبی تربیت بھی پیش نظر ہو۔

ج۔ عام اسکولوں کے طلبہ کی دینی تعلیم کے لیے ایسے ہفتہ وار مدارس قائم کریں جن میں قرآن کی دعوت خود قرآن ہی کے ذریعے سے طالب علموں کے ذہن میں اِس طرح راسخ کر دی جائے کہ بعد کے زمانوں میں وہ پورے شرح صدر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہ سکیں۔

د۔ ایسی خانقاہیں قائم کریں جہاں لوگ وقتاً فوقتاً اپنے دنیوی معمولات کو چھوڑ کر آئیں، علما و صالحین کی صحبت سے مستفید ہوں، اُن سے دین سیکھیں اور چند روز کے لیے یک سوئی کے ساتھ ذکر و عبادت میں مشغول رہ کر اپنے لیے پاکیزگی قلب و نظر کا اہتمام کریں۔

* شعبان ۱۴۰۳ھ بمطابق جون ۱۹۸۳ء۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

فہرست

شذرات

عبدالستار ایدھی کا سانحۂ ارتحال | سید منظور الحسن | ۴

قرآنیات

البیان: النحل ۱۶: ۹۱-۱۰۵ (۷) | جاوید احمد غامدی | ۷

معارف نبوی

جنت کے اعمال (۲) | جاوید احمد غامدی / محمد حسن الیاس | ۱۵

دوسرے شخص کی جانب سے حج | معز امجد / شاہد رضا | ۳۴

مقالات

حدیث و سنت کی حجیت: مدرسۂ فراہی کے موقف کا تقابلی جائزہ (۱) | سید منظور الحسن | ۴۳

نقطۂ نظر

فطرت کا حاسۂ اخلاق | سید ابوالاعلیٰ مودودی | ۶۵

سیر و سوانح

حضرت ابوسبرہ بن ابورہم رضی اللہ عنہ | محمد وسیم اختر مفتی | ۶۹

یسئلون

جادو کی حقیقت | جاوید احمد غامدی / رانا معظم صفدر | ۷۶

ادبیات

غزل | جاوید احمد غامدی | ۸۲

شذرات

سید منظور الحسن

عبد الستار ایدھی کا سانحۂ ارتحال

وہ فقیر دنیا سے رخصت ہو گیا جو ارضِ وطن میں اقلیم انسانیت کا فرماں روا تھا۔ عبد الستار ایدھی —— ناداروں کے لیے جھولی پھیلانے والا، بیماروں کو شفاخانوں میں لے جانے والا، بھوکوں کے آگے دستر خوان بچھانے والا۔ —— وہی جو بن باپوں کا باپ اور بے وارثوں کا وارث تھا۔ وہی جو غریبوں کا ہمدرد اور یتیموں کا رکھوالا تھا۔ جو کھوئے ہوئے بچوں کو والدین تک پہنچاتا تھا، بے آسرا بیٹیوں کو بیاہتا اور بوڑھوں اور معذوروں کو رہنے کے لیے گھر دیتا تھا۔ اِس ملک میں خدمت خلق کے تمام حوالے اُسی سے شروع ہوتے اور اُسی پر ختم ہوتے ہیں۔

۱۹۲۸ء میں گجرات (انڈیا) کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ ۱۱ سال کا ہوا تو ماں بیمار ہو گئی۔ اُسی کی خدمت کرتے کرتے انسانیت کی خدمت کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اکثر شہر کی گلیوں میں نکل جاتا اور جہاں بھی کوئی بوڑھا، کوئی معذور، کوئی ضرورت مند نظر آتا تو اُس کی مدد کے لیے کمربستہ ہو جاتا۔ تقسیم ہوئی تو خاندان کے ساتھ پاکستان آ گیا۔ کراچی میں بسیرا کیا۔ نہ تعلیم تھی، نہ ہنر تھا اور مزید یہ کہ جیب بھی بالکل خالی تھی۔ اگر کچھ پاس تھا تو بس انسانی خدمت کا جذبہ۔ بہت سے خواب دیکھے، کئی خیال بُنے، مگر وسائل آڑے رہے۔ جب کچھ نہ بن پڑا تو بھکاری بن گیا۔ اپنے لیے نہیں، دوسروں کے لیے۔ سڑک پر آ کر کھڑا ہو گیا اور صدا لگا دی کہ ہے کوئی جو اللہ کے نام پر بیماروں اور ناداروں کے لیے جھولی میں کچھ ڈال دے!

ذاتی ضرورتوں کے لیے ساتھ ساتھ محنت مزدوری بھی شروع کر دی۔ اُس سے کچھ نقدی جمع ہوئی تو کپڑے کی چھوٹی سی دکان کھول لی۔ مگر کاروبار تو اصل مقصد ہی نہیں تھا، اِس لیے اُسی کے ایک حصے میں ڈسپنسری قائم کر دی۔ دن

بھی وہاں گزارتا اور رات کو بھی بینچ پر پڑا سورہتا، مبادا کوئی دوا کا ضرورت مند واپس چلا جائے۔

۱۹۵۷ء میں کراچی میں فلو کی وبا پھیلی تو ہسپتالوں میں مریضوں کے لیے جگہ ختم ہوگئی۔ اُس نے ٹینٹ لگا دیے اور زیر تربیت نوجوان ڈاکٹروں کو آمادہ کیا کہ وہ اِن ٹینٹوں میں آکر بلا معاوضہ لوگوں کا علاج کریں۔ شہر میں جگہ جگہ جب ایسی خیمہ ڈسپنسریاں نظر آنے لگیں تو لوگ پہلی مرتبہ اُس سے متعارف ہوئے۔

پھر جلد ہی ایک دوست کے تعاون سے پرانی ایمبولینس خریدی اور مریضوں کو ہسپتال پہنچانے کی خدمت شروع کر دی۔ ۲۵ سال تک اُسے خود چلا کر مریضوں کو ہسپتالوں میں لاتا لے جاتا رہا۔ ایک ایمبولینس سے دو ہوئیں، دو سے تین اور پھر بڑھتے بڑھتے اُن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ گئی اور بالآخر ''ایدھی ایمبولینس'' کے نام سے دنیا کا سب سے بڑا ایمبولینس نیٹ ورک قائم ہو گیا۔

ایک عورت نے اپنے چھ بچوں سمیت سمندر میں خودکشی کی تو اُسے بہت رنج ہوا، اُن کی لاشوں کو غسل دیا اور دفن کیا اور اُسی دن سے لاوارث لاشوں کو دفنانے کا ایک عظیم سلسلہ شروع ہو گیا۔ جن میتوں کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا، اُن کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ میتیں اٹھاتے ہوئے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ یہ کسی واقف کی ہے یا ناواقف کی، پارسا کی ہے یا کسی ڈاکو یا دہشت گرد کی۔ اِس کا نقطۂ کمال یہ تھا کہ جب ایک مرتبہ ڈاکوؤں نے گاڑی روکی اور نقدی اور سامان لوٹ کر فرار ہونے لگے تو اُن میں سے ایک نے ایدھی کو پہچان لیا اور ساتھیوں سے کہا کہ سامان واپس کر دو۔ اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جس کے ساتھ تم اِس قدر مہربان ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جب ہم پولیس مقابلے میں مارے جائیں گے اور گھر والے بھی ہماری لاشیں لینے کے لیے نہیں آئیں گے تو اُس وقت یہی ہمارے کفن دفن کا بندوبست کرے گا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پھر معاملہ یہ ہو گیا کہ وہ سڑک پر، چوراہے پر، بس میں، جہاز میں، جہاں کھڑا ہوتا عطیات کے انبار لگ جاتے۔ اُس نے نہ حکومتوں سے کچھ مانگا اور نہ غیر ملکی امداد پر نظر رکھی۔ ہر پیش کش کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ میرے لیے میرا اللہ اور میرے عوام ہی کافی ہیں۔ وہ اِس بات پر یقین رکھتا تھا کہ پاکستانی قوم انسانیت کی خدمت کے معاملے میں دنیا کی بہترین قوم ہے۔ وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے اُس نے کہا کہ:

> ''میں ۳۷ ملکوں میں گیا ہوں۔ تمام چھوٹی بڑی قوموں کو دیکھا ہے، مگر پاکستانیوں جیسی مدد کرنے والی قوم کہیں نہیں دیکھی۔ اِس ملک کو اگر اچھے حکمران مل جائیں تو دنیا میں اِس کا شمار امداد لینے والوں میں نہیں، بلکہ دینے والوں میں ہو گا۔''

اُس نے ڈسپنسریاں کھولیں، ہسپتال بنائے، ایمبولینسیں فراہم کیں، بلڈ بنک تشکیل دیے، بیواؤں اور معذوروں کے لیے گھر تعمیر کیے، یتیم خانے چلائے، تعفن زدہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والی لاشوں کو غسل دیا، قبرستان قائم کیے، نومولودوں کو سنبھالا، بھولی بھٹکی بیٹیوں کے سروں پر ہاتھ رکھا، ـــــ دکھی انسانیت کی خدمت کا شاید ہی کوئی زمرہ ہو جو اُس کے نام اور اُس کے کام کے بغیر مکمل ہوتا ہو۔ وہ اِس ملک میں امن اور انسانیت کا سب سے بڑا علم بردار تھا۔ جاتے جاتے بھی اُس نے امن اور انسانیت ہی کا درس دیا اور اپنے آخری انٹرویو میں یہ پیغام دے کر دنیا سے رخصت ہو گیا:

”انسانیت سب سے بڑا مذہب ہے۔ امن، محبت، شانتی ہی اللہ کا درس ہے۔ جو لوگ اسلحہ اٹھا کر دہشت گردی کرتے ہیں، اُنھیں میں اپیل کرتا ہوں کہ اسلحہ پھینک دیں۔ اپنے دل میں انسانیت کا جذبہ پیدا کریں۔ انسان بنیں اور انسان بنائیں۔ مجھے انسان چاہییں، انسانیت چاہیے۔ یہی میری منزل اور یہی میرا راستہ ہے۔“

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

قرآنیات

اشراق

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النحل

(۷)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا

تم[۶۶] بھی، (اے اہل کتاب)، اللہ کے ساتھ (اپنے) عہد کو پورا کرو[۶۷]، جبکہ تم اُسے باندھ چکے ہو اور اپنی قسمیں اُن کے پختہ کر لینے کے بعد مت توڑو، جبکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ ٹھیرا چکے ہو۔ بے شک، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو[۶۸]۔ تم اُس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت خوب مضبوط کاتا، پھر

۶۶؎ یہاں سے خطاب میں التفات ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''اوپر آیت ۸۸ میں قریش کے اُن اشرار کا ذکر گزر چکا ہے جو اللہ کے دین سے لوگوں کو روکنے کے لیے اپنا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے تھے۔ اب اِس ضمن میں نام لیے بغیر یہود کو مخاطب کر لیا ہے، اِس لیے کہ اِس مرحلے میں اُنھوں نے بھی اپنے تمام مکروفریب کے ساتھ اللہ کی راہ سے روکنے کی اِس مہم کی پشت پناہی شروع کر دی تھی۔''

(تدبرقرآن ۴/۴۴۱)

۶۷؎ یعنی اُس عہد کو جو موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی شریعت کی پابندی اور بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے والے نبی امی کی تائیدونصرت کا تم سے لیا تھا۔ تورات درحقیقت اِسی عہد کا بیان ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اُس کو ''عہد نامہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا تَتَّخِذُوۡنَ اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۲﴾

خود ہی اُسے تار تار ادھیڑ کے رکھ دیا۔[۶۹] تم اپنی قسموں کو اِس اندیشے سے آپس میں فریب کا ذریعہ بناتے ہو کہ ایک امت کہیں دوسری امت سے بڑھ نہ جائے۔[۷۰] خدا تو (اپنے) اِس (فیصلے) کے ذریعے سے تمھاری آزمایش کر رہا ہے۔ قیامت کے دن وہ ضرور اُس چیز کو تم پر اچھی طرح واضح کر دے گا جس میں اختلاف کر رہے ہو۔ ۹۱-۹۲

۶۸؎ چنانچہ کسی کے لیے ممکن نہیں ہے کہ خدا کے ساتھ باندھے ہوئے کسی عہد کی جواب دہی سے اپنے آپ کو بچا لے جائے۔

۶۹؎ مطلب یہ ہے کہ پہلے تم نے خدا سے عہد باندھا، پھر اُس کو اپنی قسموں سے خوب پختہ کیا، لیکن جب اُس کو پورا کرنے کا وقت آیا تو اُس کے ساتھ وہی کیا جو اگر کوئی عورت اپنا کاتا ہوا سوت خود ہی تار تار کر کے رکھ دے تو اپنے شب و روز کی محنت کے ساتھ کرے گی۔

اِس تمثیل میں لفظ 'اَلَّتِیۡ' آیا ہے۔ یہ اگرچہ معرفہ کے لیے آتا ہے، لیکن تمثیلات میں معرفہ بعض اوقات صرف اِس لیے لایا جاتا ہے کہ صورت حال کو نگاہوں کے سامنے مصور کر دیا جائے۔ اِس سے کسی متعین بڑھیا کو مراد لینے کی ضرورت نہیں۔

۷۰؎ آیت میں 'اَنۡ' سے پہلے 'مخافة' یا اِس کے ہم معنی کوئی لفظ محذوف ہے۔ یہود جو کچھ کر رہے تھے، اُس کا اصل محرک یہی تھا کہ بنی اسمٰعیل جنھیں وہ امی کہتے تھے، کہیں امامت و سیادت اور دولت و اقتدار میں اُن سے بڑھ نہ جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اُنھوں نے اِسی بنا پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ 'دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ' کے الفاظ اُن کی اِنھی سرگرمیوں کے لیے آئے ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ''... یہ یہود کی اُن مفسدانہ کوششوں کی طرف اشارہ ہے جو وہ اسلام کی طرف مائل لوگوں کو اسلام سے روکنے یا اسلام قبول کر لینے والوں کو متزلزل کرنے کے لیے صرف کر رہے تھے۔ یہ قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ یہ نیا دین سرتاسر خدائی دین کے خلاف ہے۔ ہمارے صحیفوں میں نہ اِس کی کوئی سند موجود ہے اور

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ
يَّشَآءُ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾
وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ
بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ
اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، مگر (اُس نے تمھیں اختیار دیا ہے، اِس لیے اب) وہ جس کو چاہتا ہے (اُس کے برے استعمال کی وجہ سے) گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (اپنے قانون کے مطابق)[1] ہدایت بخشتا ہے۔ (اُس نے اپنی حجت تم پر پوری کر دی ہے، اِس لیے) جو کچھ تم کر رہے ہو، اُس کے بارے میں ضرور تم سے پوچھا جائے گا۔۹۳

تم اپنی قسموں کو آپس میں فریب کا ذریعہ نہ بناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی قدم جمنے کے بعد اکھڑ جائے[2] اور تمھیں اِس جرم کی پاداش میں کہ تم نے (لوگوں کو) خدا کی راہ سے روکا ہے، عذاب (کا مزہ) چکھنا پڑے[3] اور (آخرت میں) تم ایک بڑے عذاب سے دوچار ہو جاؤ۔ تم اللہ کے عہد کو تھوڑی قیمت کے عوض نہ بیچو[4]۔ (خدا کے بندو)، اگر تم جانو تو جو کچھ خدا کے پاس ہے، وہی تمھارے لیے بہتر ہے۔۹۴-۹۵

نہ ہمارے نبیوں نے اِس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے۔ یہود کو چونکہ فی الجملہ مذہبی تقدس کی سند حاصل تھی، اِس وجہ سے اُن کی یہ قسمیں اُن لوگوں کے دلوں میں اضطراب پیدا کرتی تھیں جو اُن کی چالوں اور اُن کے مخفی محرکات سے اچھی طرح واقف نہیں تھے۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۴۴۲)

[1] یعنی اِس قانون کے مطابق کہ جو ہدایت کے سچے طالب ہوں گے، اُنھیں ہدایت ضرور ملے گی۔

[2] یعنی کسی شخص کے حق پر جمے ہوئے قدم اکھڑ جائیں اور وہ اسلام لانے کے بعد اُس سے برگشتہ ہو جائے۔

[3] اصل میں 'تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن میں 'سُوْٓء' سے مراد نتیجۂ سوء ہے۔ یہ فعل سے نتیجۂ فعل کو ظاہر کرنے کا اسلوب ہے۔ ہم نے ترجمہ اِسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

[4] اِس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اگر زیادہ قیمت مل جائے تو بیچ سکتے ہو۔ اِس میں نہی کا تعلق اصل فعل سے ہے۔

مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجۡزِيَنَّ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ
مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ
حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾

(یاد رکھو)، جو کچھ تمھارے پاس ہے، وہ (ایک دن) ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ باقی رہنے والا ہے۔ (یہ اعمال کا صلہ ہے) اور ہم اُن لوگوں کو جو (ہماری راہ میں) ثابت قدم رہے ہیں، اُن کے اعمال کے بدلے میں ضرور اُن کا بہترین صلہ دیں گے۔[۵] جو شخص بھی کوئی اچھا عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت[۶]، وہ اگر ایمان پر ہے تو ہم اُس کو (دنیا اور آخرت، دونوں میں) ایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے[۷] اور ایسے لوگوں کو اُن کے اعمال کے بدلے میں ضرور اُن کا بہترین صلہ دیں گے۔ ۹۶-۹۷

---

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جملے میں اِس طرح کی قیود سے کسی چیز کی شناعت کو واضح کرنے کا یہ اسلوب ہماری زبان میں بھی عام ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کی آیتوں کے مقابلے میں اگر دنیا کے سارے خزانے بھی مل جائیں تو وہ ایک متاع حقیر ہی ہیں۔

۵ے یہ اُن اہل ایمان کی طرف اشارہ ہے جو اُس وقت معاندین کے نرغے میں طرح طرح کے روحانی اور جسمانی مصائب کے ہدف بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بشارت دی اور اُن کے مخالفین کو تنبیہ فرمائی ہے۔

۶ے اِس تصریح کی کیا ضرورت تھی؟ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"...اِس کا ایک خاص محل ہے۔ وہ یہ کہ اُس دور میں جس طرح مسلمان مرد اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لیے نہایت کڑے امتحانات سے گزر رہے تھے، اُسی طرح بہت سی خواتین بھی اپنا ایمان بچائے رکھنے کے لیے جان کی بازی لگائے ہوئے تھیں اور اُن کا امتحان کمزور عنصر ہونے کے سبب سے مردوں کے امتحان سے بھی زیادہ سخت تھا۔ یہاں قرآن نے مردوں کے ساتھ خاص طور پر عورتوں کی تصریح کر کے اُن کی دل داری اور حوصلہ افزائی کر دی کہ اگر اُنھوں نے ایمان اور عمل صالح کی زندگی بسر کرنے کا عزم کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کو ضرور پاکیزہ زندگی بسر کرائے گا۔ شیاطین اِس نعمت سے اُن کو محروم نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ اِس کا موقع اُن کو نہیں دے گا۔" (تدبر قرآن ۴/۴۴۸)

۷ے یہ اِس لیے فرمایا ہے کہ دنیا میں بھی قلب و ضمیر کی جو طمانیت و سکینت ایمان اور عمل صالح سے حاصل ہوتی ہے، وہ کسی فاسق و فاجر کو بڑی سے بڑی سلطنت کی بادشاہی سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ

(تم اِنھیں خبردار کرنا چاہتے ہو)، سو (اِس کے لیے) جب (اِن کے سامنے) قرآن پڑھو تو (پہلے) شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔[۷۸] (وہ لازماً وسوسہ اندازی کرے گا، مگر یاد رکھو)، اُس کا اُن لوگوں پر کچھ زور نہیں چلتا جو ایمان لائے ہوئے ہیں اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اُس کا زور تو اُنھی پر چلتا ہے جو اُس سے دوستی رکھتے اور اپنے پروردگار کے شریک ٹھیراتے ہیں۔ ۹۸-۱۰۰

(تم دیکھتے ہو کہ) جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں[۷۹] —— اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ نازل کرتا ہے —— تو یہ کہتے ہیں کہ (یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ) تم تو خود گھڑ لاتے ہو۔[۸۰]

۷۸؎ یہ قرآن کی دعوت پیش کرتے وقت تعوذ کی ہدایت ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''اِس کی تاثیر آدمی کے دل کی حالت پر منحصر ہے۔ اگر آدمی محض زبان سے تعوذ کے الفاظ دہراتا ہے تو اِس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، لیکن جن کے دل کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی ہے، وہ اِس سے ایک ایسی قوت و طاقت حاصل کرتے ہیں جو شیطان اور اُس کے اولیا سے نبرد آزمائی میں بڑا سہارا بنتی ہے۔ یہ نبرد آزمائی اُس امتحان کے مقتضیات میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا میں انسانوں کے لیے مقرر کر رکھا ہے، اِس وجہ سے اِس سے کسی حالت میں مفر نہیں ہے۔ اِسی سے آدمی کی اپنی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ تعوذ کی یہ برکت ہے کہ اگر آدمی کو اِس کا سہارا حاصل ہو تو وہ شیطان اور اُس کے ایجنٹوں سے شکست نہیں کھاتا۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۴۴۸)

۷۹؎ یعنی تورات کے کسی حکم کو قرآن مجید میں کسی دوسرے حکم سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ یہ اُن احکام کا حوالہ ہے جو آگے تحریم و تحلیل اور یوم السبت کے باب میں بیان ہوئے ہیں۔

۸۰؎ اِس لیے کہ اگر تورات بھی خدا کی کتاب ہے اور تم اُس کو مانتے ہو تو اِس کے کیا معنی کہ خدا ایک مرتبہ قانون دے اور پھر اِس قانون کو خود ہی دوسرے قانون سے تبدیل کر دے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ

(نہیں)، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) اِن میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں (کہ اِس میں کیا حکمت پیش نظر ہوتی ہے)۔ اِن سے کہہ دو، اِس کو تو روح القدس نے تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا ہے[81] تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے[82] اور اُن کے لیے یہ ہدایت اور بشارت ہو جو (خدا کے) فرماں بردار ہیں[83]۔ ۱۰۱-۱۰۲

ہم اچھی طرح جانتے ہیں[84] کہ یہ (تمھارے متعلق) کہتے ہیں کہ اِسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے۔ یہ جس کی طرف منسوب کرتے ہیں، اُس کی زبان عجمی ہے اور یہ (قرآن) فصیح عربی زبان (میں) ہے[85]۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے، اُنھیں اللہ کبھی صحیح بات تک پہنچنے کی توفیق

۸۱؎ روح القدس سے جبریل امین مراد ہیں اور حق کے ساتھ اتارنے کے معنی یہ ہیں کہ یہ خدا کی شریعت کو ٹھیک اُس صورت میں لے کر آیا ہے جو یہود و نصاریٰ اور مشرکین بنی اسمٰعیل کی تمام ملاوٹوں سے پاک اُس کی اصل صورت ہے۔

۸۲؎ یعنی وہ دین کو اُس کی خالص اور بے آمیز صورت میں دیکھ کر مطمئن ہو جائیں کہ اُن کی طرف حق نازل ہوا ہے اور اُن کے پاے استقلال میں کوئی لغزش نہ آنے پائے۔

۸۳؎ یعنی آغاز کے لحاظ سے ہدایت اور انجام کے لحاظ سے بشارت ہو۔

۸۴؎ اصل میں 'وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ' کے الفاظ آئے ہیں۔ اِن میں ایک فعل ناقص عربیت کے اسلوب پر حذف ہو گیا ہے، یعنی 'وَلَقَدۡ كُنَّا نَعۡلَمُ'۔

۸۵؎ روایتوں میں مذکور ہے کہ مکہ میں کچھ عجمی غلام تھے۔ اُن میں سے زیادہ تر چونکہ یہودی یا نصرانی تھے، اِس لیے قریش نے محض یہ دیکھ کر کہ یہ لوگ تورات و انجیل پڑھتے ہیں، اِن میں سے کسی ایک کے بارے میں بے تکلف یہ

وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفۡتَرِى الۡكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

نہیں دیتا اور (آگے بھی) اُن کے لیے دردناک سزا ہے۔ (ہمارے پیغمبر نے کوئی جھوٹ نہیں گھڑا، بلکہ) جھوٹ تو وہی لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیتوں کو مانتے نہیں ہیں اور وہی درحقیقت جھوٹے ہیں۔۱۰۳-۱۰۵

الزام گھڑ دیا کہ اِس قرآن کو درحقیقت وہی تصنیف کر رہا ہے۔ یہ قرآن نے اِس الزام کا جواب دیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

''...جواب کی تمہید ہی اِس طرح اٹھائی گئی ہے جس سے اِس اعتراض کی لغویت واضح ہو رہی ہے، اِس لیے کہ 'وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ' کے اسلوب ہی میں یہ بات مضمر ہے کہ ہم برابر معترضین کی یہ بکواس سنتے رہے ہیں، لیکن اِس کی لغویت کے سبب سے ہم نے اِس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اِس کے بعد فرمایا کہ اگر اِن بوالفضولوں کو قرآن کے معانی و حقائق کی پرکھ نہیں ہے تو کم از کم اِس کے بیان کی سطوت و جلالت اور اِس کی زبان کی بے مثال فصاحت پر ہی غور کرتے تو اِن پر اپنے اِس اعتراض کی لغویت واضح ہو جاتی کہ کہاں ایک کج مج بیان عجمی اور کہاں یہ حوض کوثر کی دھلی ہوئی عربی مبین۔ آخر ایسا کودن کون ہو سکتا ہے جو منہ کے اڑائے چھینٹوں اور آسمان کی بارش میں امتیاز نہ کر سکے۔

یہ بات علیٰ سبیل التنزل فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کے معانی و حقائق تک تو اِن لوگوں سے پہنچنے کی توقع ہی نہیں کی جا سکتی جن کو گہر اور پشیز میں امتیاز نہیں ہے، لیکن اِن کو اپنی طلاقت لسانی پر بڑا ناز ہے تو کم از کم اِس کی زبان ہی پر غور کرتے کہ ایک عجمی تو درکنار، خود اِن کے کسی شاعر یا خطیب کے بس میں بھی یہ نہیں ہے کہ اِس طرح کا کلام پیش کر سکے۔ یہاں تک کہ خود پیغمبر کے اپنے کلام اور اِس کلام میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔''

(تدبر قرآن ۴/۴۵۱)

[باقی]

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

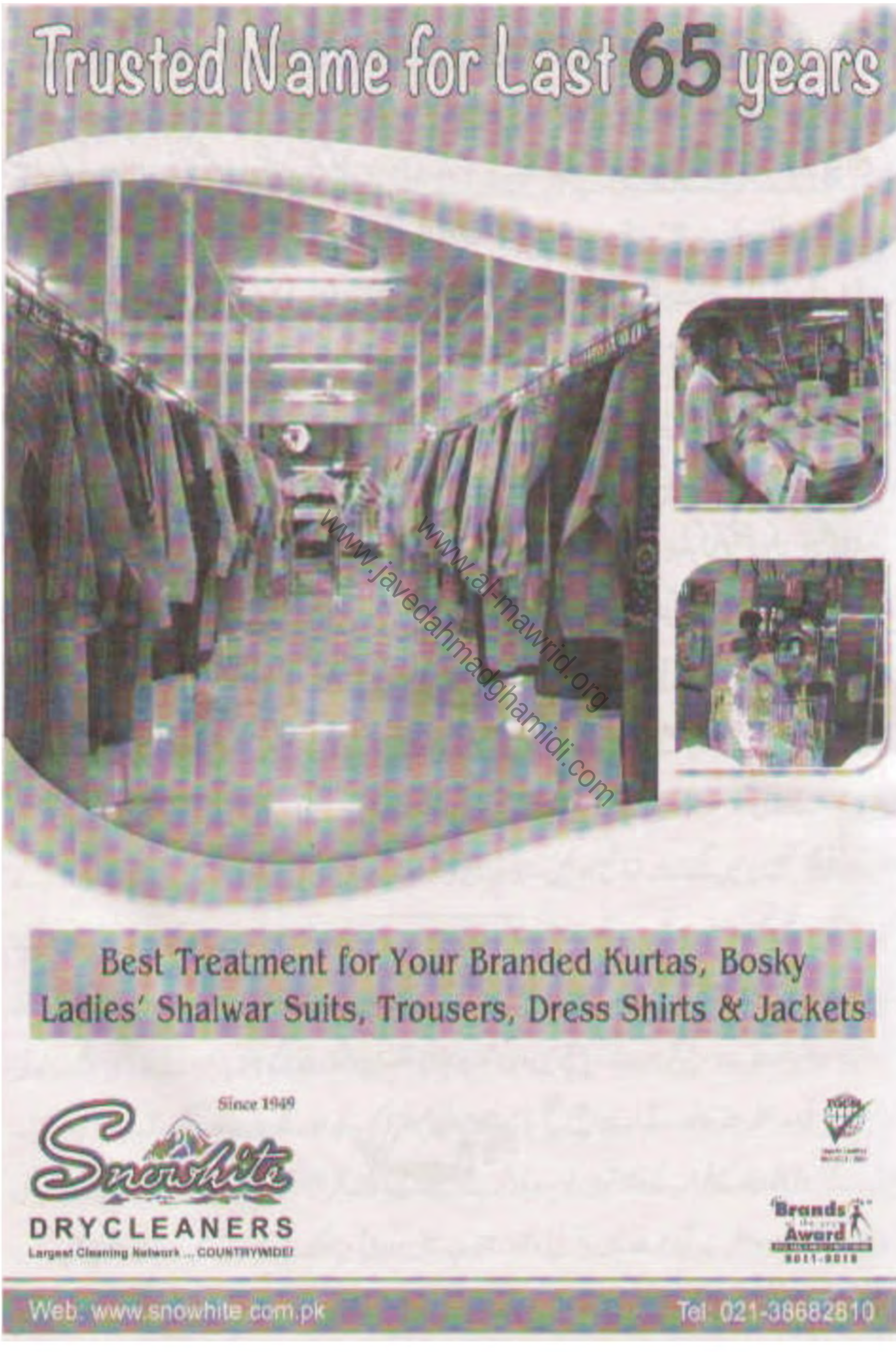

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معارف نبوی

جاوید احمد غامدی

تحقیق و تخریج: محمد حسن الیاس

جنت کے اعمال

(۲)

١۔ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ،[١] قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”حُفَّتِ[٢] الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ[٣] بِالشَّهَوَاتِ“.

٢۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ[٤]، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”مَنْ أَظَلَّ رَأْسَ غَازٍ أَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ جَهَّزَ غَازِيًا حَتّٰى يَسْتَقِلَّ [بِجَهَازِهِ][٥] كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ حَتّٰى يَمُوْتَ أَوْ يَرْجِعَ، وَمَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يُذْكَرُ فِيهِ اسْمُ اللّٰهِ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ“.

٣۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ:[٦] قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ”مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِلّٰهِ[٧] [مِنْ مَالِهِ][٨] [كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ أَوْ أَصْغَرَ][٩]، بَنَى اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ“.[١٠]

٤۔ عَنْ هَانِي بْنِ يَزِيدَ[١١]، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ يُوجِبُ

لِيَ الْجَنَّةَ، قَالَ: "عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْكَلَامِ، وَبَذْلِ الطَّعَامِ".[12]

۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ،[13] قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ، اسْتَشْرَفَهُ النَّاسُ فَقَالُوْا: قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، قَالَ: فَخَرَجْتُ فِيمَنْ خَرَجَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ، عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، وَكَانَ أَوَّلُ مَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ،[14] وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوْا[15] وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ".[16]

۶۔ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ[17] زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً[18] تَطَوُّعًا، غَيْرَ فَرِيضَةٍ،[19] إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ".

۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ[20] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُوْلَانِ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ"، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، [ثُمَّ أَكَبَّ فَأَكَبَّ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا يَبْكِي، لَا نَدْرِي عَلَى مَاذَا حَلَفَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فِي وَجْهِهِ الْبُشْرٰى، فَكَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ][21]، ثُمَّ قَالَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ يَأْتِي بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَيَصُوْمُ رَمَضَانَ، [وَيُخْرِجُ الزَّكٰوةَ][22]، وَيَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ السَّبْعَ[23] إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتّٰى أَنَّهَا لَتَصْطَفِقُ"، ثُمَّ تَلَا: "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ".[24]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۸۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،[۲۵] قَالَ: أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ، [مِنَ الْأَنْصَارِ][۲۶] بِصَبِيٍّ [لَهَا مَرِيْضٍ]،[۲۷] فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، ادْعُ اللّٰهَ لَهُ فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً، قَالَ: "دَفَنْتِ ثَلَاثَةً"؟ قَالَتْ: نَعَمْ، قَالَ: "لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيْدٍ مِنَ النَّارِ، [مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَمُوْتُ لَهُمَا ثَلَاثَةُ أَطْفَالٍ، لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ][۲۸] [فَصَبَرَا عَلَيْهِمْ][۲۹] [إِلَّا جِيْءَ بِهِمْ حَتّٰى يُوْقَفُوْا عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُمْ: ادْخُلُوا الْجَنَّةَ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَنَدْخُلُ وَلَمْ يَدْخُلْ أَبَوَانَا، فَقَالَ لَهُمْ: ادْخُلُوا الْجَنَّةَ وَأَبَوَاكُمْ]"[۳۰]

۹۔ عَنْ قُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ،[۳۱] قَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ جَلَسَ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَفِيهِمْ رَجُلٌ لَهُ ابْنٌ صَغِيرٌ يَأْتِيهِ مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهِ يَقْعُدُ بَيْنَ يَدَيْهِ، [فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتُحِبُّهُ"؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا أُحِبُّهُ][۳۲] [فَمَاتَ][۳۳] الصَّبِيُّ، فَامْتَنَعَ الرَّجُلُ أَنْ يَحْضُرَ الْحَلْقَةَ يَذْكُرُ ابْنَهُ،[۳۴] وَيَحْزَنُ عَلَيْهِ، فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "مَا لِيْ لَا أَرٰى فُلَانًا"؟، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، بُنَيُّهُ الَّذِيْ رَأَيْتَ، هَلَكَ، فَمَنَعَهُ ذٰلِكَ مِنْ حُضُوْرِ الْحَلْقَةِ، فَلَقِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْهُ، فَأُخْبِرَ أَنَّهُ قَدْ هَلَكَ، فَعَزَّاهُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "يَا فُلَانُ، أَيُّهُمَا كَانَ أَحَبَّ إِلَيْكَ: أَنْ تَتَمَتَّعَ بِهِ عُمُرَكَ، أَوْ لَا تَأْتِي غَدًا بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ قَدْ سَبَقَكَ إِلَيْهِ يَفْتَحُ لَكَ"، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، بَلْ يَسْبِقُنِيْ إِلٰي أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُهَا لِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ، قَالَ: "فَذٰلِكَ لَكَ"، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

فِدَاكَ، هٰذَا لِفُلَانٍ خَاصَّةً أَوْ لِمَنْ هَلَكَ لَهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَرَطٌ كَانَ ذٰلِكَ لَهُ، قَالَ: "بَلْ كُلُّ مَنْ هَلَكَ لَهُ فَرَطٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ ذٰلِكَ لَهُ".

١٠۔ عَنْ أَنَسٍ[35] قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَالَ اللّٰهُ: إِذَا أَخَذْتُ بَصَرَ عَبْدِيْ،[36] فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ، فَعِوَضُهُ عِنْدِي الْجَنَّةُ".

١١۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ،[37] أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ[38] [مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ][39] فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، [دَعَاهُ الْخَزَنَةُ][40] مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ"، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا عَلٰى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ،[41] فَهَلْ يُدْعٰى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا، قَالَ: "نَعَمْ، وَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ".

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

۱۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کو مشقتوں اور جہنم کو خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا ہے[1]۔

۲۔ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فرمایا: جو کسی مجاہد کے سر پر سایہ کرے، اللہ قیامت کے دن اُس پر سایہ کرے گا۔ جو کسی مجاہد کے لیے سامان جہاد مہیا کرے، یہاں تک کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے، اُس کے لیے اُس مجاہد کے برابر اجر لکھا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ اُس کو موت آجائے یا وہ جنگ سے لوٹ آئے۔ اور جو شخص مسجد تعمیر

کرے جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے، اللہ جنت میں اُس کے لیے گھر تعمیر کر دے گا۔[2]

۳۔عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنے مال سے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی، خواہ وہ پرندے کے گھونسلے جیسی ہو یا اُس سے بھی چھوٹی،[3] اللہ اُس کے لیے جنت میں اُسی طرح کا گھر بنا دیتا ہے۔

۴۔ہانی بن یزید سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کوئی ایسا عمل بتا دیجیے جو مجھے لازماً جنت میں لے جائے۔ آپ نے فرمایا: اِس کی پابندی کرو کہ خوبی سے گفتگو کرو گے اور بھوکوں کو فراخ دلی کے ساتھ کھانا کھلاؤ گے۔[4]

۵۔عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے امڈ آئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: اللہ کے رسول آ گئے ہیں، اللہ کے رسول آ گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں بھی اُن کے ساتھ باہر نکلا۔ پھر میں نے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو مجھے اُسی وقت اندازہ ہو گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا۔ اُس موقع پر پہلی بات جو آپ کی زبان سے میں نے سنی، وہ یہ تھی کہ آپ نے فرمایا: لوگو، سلام کو عام کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، رشتے داری کا حق ادا کرو اور نماز کا اہتمام رکھو، اُس وقت بھی جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔ تم یہ کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۶۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فرمایا: جس بندۂ مومن نے بھی اللہ کی خوشنودی کے لیے فرائض کے علاوہ بارہ رکعتیں ہر روز نفل کے طور پر ادا کیں، اللہ اُس کے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔[5]

۷۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، دونوں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: اُس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، پھر اپنا سر جھکا لیا۔ آپ کو اِس طرح

دیکھ کر ہم سب رونے لگے اور ہم نے بھی سر جھکا لیا۔ ہم کچھ سمجھ نہیں رہے تھے کہ آپ نے کس بات پر قسم کھائی ہے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو آپ کے چہرے پر بشاشت تھی، اور (کون نہیں جانتا کہ) آپ کی یہ کیفیت ہمارے لیے (اِس سر زمین کی سب سے بڑی دولت) سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب تھی۔ (چنانچہ ہم بھی خوش ہو گئے)۔ اِس کے بعد آپ نے فرمایا: جس شخص نے بھی پانچ وقت نماز پڑھی، رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کی اور سات کبیرہ گناہوں[6] سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا، اللہ قیامت کے دن اُس کے لیے جنت کے سب دروازے کھول دے گا۔ یہاں تک کہ (اپنے اندر آنے والوں کو دیکھ کر) وہ خوشی سے جھوم اٹھے گی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''تمھیں جن چیزوں سے منع کیا جا رہا ہے، اُن کے بڑے بڑے گناہوں سے اگر تم بچتے رہے تو تمھاری چھوٹی برائیوں کو ہم تمھارے حساب سے ختم کر دیں گے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۸۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اُس کے ساتھ اُس کا ایک بیمار بچہ بھی تھا۔ اُس نے عرض کیا: اللہ کے نبی، اِس کی زندگی کے لیے دعا فرمائیے کہ میں اِس سے پہلے اپنے تین بچے دفنا چکی ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین بچے دفنا چکی ہو؟ اُس نے کہا: جی، ایسا ہی ہے۔ فرمایا: پھر تو تم نے دوزخ کی آگ سے بچنے کا خوب اہتمام کر لیا ہے۔ کسی مسلمان مرد و عورت کے تین بچے اِس طرح بلوغ کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو جائیں اور وہ اِس پر صبر کریں تو اُن کے وہ بچے قیامت کے دن لائے جائیں گے اور جنت کے دروازے پر کھڑے کر دیے جائیں گے۔ پھر اُن سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے: کیا ہم داخل ہو جائیں، جب کہ ہمارے والدین داخل نہیں ہوئے ہیں؟ اِس پر ارشاد ہو گا: تم اور تمھارے والدین، دونوں داخل ہو جاؤ[7]۔

۹۔ قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف فرما ہوتے تو آپ کے صحابہ میں سے بھی کئی لوگ آ کر آپ کے پاس بیٹھ جاتے تھے۔ اُنھی میں ایک شخص تھا، جس کا ایک

چھوٹا بچہ تھا۔ وہ اُس کے پیچھے سے آتا اور آ کر اُس کے آگے بیٹھ جاتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر اُس سے پوچھا: تم اِس سے محبت کرتے ہو؟ اُس نے کہا: اللہ آپ سے اُسی طرح محبت کرے، جس طرح میں اِس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اُس بچے کا انتقال ہو گیا اور اُس شخص نے آپ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا۔ وہ اپنے بیٹے کو یاد کرتا اور اُس کے غم میں بیٹھا رہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو نہیں دیکھا تو پوچھا: کیا وجہ ہے کہ فلاں آدمی نظر نہیں آ رہا؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اُس کا چھوٹا بچہ، جسے آپ نے دیکھا تھا، وفات پا گیا ہے۔ یہی چیز اُس کے آپ کی مجلس میں نہ آنے کا باعث ہوئی ہے۔ آپ نے یہ سنا تو اُس سے ملاقات کی اور بچے کے بارے میں پوچھا: آپ کو بتایا گیا کہ وہ تو فوت ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس پر اُس کی تعزیت کی، پھر فرمایا: کیا پسند کرو گے، اُس سے عمر بھر فائدہ اٹھاؤ یا کل جنت کے کسی دروازے پر پہنچو تو اُس کو دیکھو کہ پہلے سے وہاں موجود ہے اور تمھارے لیے دروازہ کھول رہا ہے؟ اُس نے عرض کیا: وہ جنت کے دروازے پر مجھ سے پہلے پہنچے اور میرے لیے اُس کا دروازہ کھولے، مجھے یہ زیادہ عزیز ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر تمھارے لیے یہی ہے۔ اِس پر انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے، یہ بشارت صرف اِسی کے لیے ہے یا ہر اُس مسلمان کے لیے، جس کا کوئی بچہ وفات پا کر آگے اُس کے لیے اجر بن جائے؟ آپ نے فرمایا: یہ اُن سب مسلمانوں کے لیے ہے جن کا کوئی بچہ اِس طرح وفات پا گیا ہو[8]۔

۱۰۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں جس شخص کی بینائی سلب کر لیتا ہوں اور وہ اُس پر صبر کرتا اور راضی ہو کر بیٹھ جاتا ہے، اُس کا صلہ میرے ہاں جنت ہے۔

۱۱۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑے جوڑے[9] چیزیں خرچ کیں، اُس کو جنت کے دروازوں کے دربان پکاریں گے کہ اللہ کے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بندے، ادھر آؤ، یہ دروازہ بہتر ہے۔ پھر اُن میں سے جو نمازی ہوگا،[۱] وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا، وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا، جو روزے دار ہوگا، وہ باب ریان سے پکارا جائے گا۔ اور جو شخص صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا، وہ صدقے کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کیا: یارسول اللہ، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اِس کی کوئی ضرورت تو نہیں کہ کسی کو سارے دروازوں سے بلایا جائے، لیکن پھر بھی پوچھ رہا ہوں کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جس کو سب دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور مجھے امید ہے کہ ابوبکر، تم اُن میں سے ہو گے۔[۱۱]

ترجمے کے حواشی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۔ یہ نہایت خوب صورت تعبیر ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جنت کا تصور اگرچہ دل کو کھینچتا ہے، لیکن اُس کی راہ میں مشقتیں حائل ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ اور ہر طرح کے حالات میں منکرات سے پرہیز اور اخلاق عالیہ پر قائم رہنے کی جدوجہد۔ انسان اُس کی طرف بڑھنا چاہے تو اُسے یہ مشقتیں لازماً اٹھانی پڑتی ہیں۔ اِس کے برخلاف جہنم کی راہ میں مرغوبات کے خوان بچھا دیے گئے ہیں۔ انسان کبھی نہیں چاہتا کہ وہ اُس کا ایندھن بنے، لیکن یہ مرغوبات اُس کو اپنی طرف کھینچتے اور اِنھی کی لذتوں میں کھویا ہوا وہ بار ہا اُس کے دروازے تک جا پہنچتا ہے۔

۲۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی مدد یا مسجد کی تعمیر، دونوں دین کی نصرت کے کام ہیں جن کا اجر غیر معمولی ہے۔ تاہم اِس طرح کی تمام بشارتیں اِس شرط کے ساتھ ہیں کہ آدمی نے کسی کی حق تلفی یا اُس کے جان و مال اور آبرو کے خلاف کوئی زیادتی نہ کی ہو۔

۳۔ اصل میں 'کمفحص قطاۃ' کے الفاظ آئے ہیں۔ 'قطاۃ' ایک کبوتر کے برابر صحرائی پرندے کا نام ہے اور 'مفحص' اُس گڑھے کو کہتے ہیں جو یہ پرندہ انڈے دینے کے لیے زمین میں بناتا ہے۔ یہ مسجد کے چھوٹی سے چھوٹی ہونے کی تعبیر ہے۔ اِسے فی الواقع گھونسلے جتنی نہیں سمجھنا چاہیے۔

۴۔ یہ جواب اُس شخص کو دیا گیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد جنت کا طالب بن کر حاضر ہوا ہے۔ اِس میں، ظاہر ہے کہ اُن چیزوں کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی جو فرائض و واجبات کی حیثیت سے دین میں متعین ہیں اور اُس زمانے کا ہر شخص ایمان لاتے ہی اُن سے پوری طرح واقف ہو جاتا تھا۔

۵۔ یعنی مزید ایک گھر بنا دیں گے۔ یہ نوافل کا اجر ہے جو اُنھی لوگوں کو ملے گا جو اپنے ایمان و عمل کی بنا پر جنت میں جانے کا استحقاق پیدا کر لیں گے۔

۶۔ سات بڑے گناہ قرآن مجید سے متعین کیے جائیں تو یہ ہوں گے: شرک، قتل ناحق، زنا، قذف، چوری، فساد فی الارض اور یتیم کا مال کھانا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی بعض روایتوں، مثلاً صحیح مسلم، رقم ۱۳۲ میں بیان ہوا ہے کہ انھوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سات ہلاک کر دینے والی چیزوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے زنا، چوری، اور فساد فی الارض جیسے جرائم کی جگہ سود کھانے، جادو کرنے اور میدان جہاد سے بھاگ جانے کو شمار فرمایا۔ یہ، ظاہر ہے کہ مخاطبین کے لحاظ سے ہے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت و اصلاح کی ضرورتوں کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ کئی دوسرے مواقع پر بھی اختیار فرمایا ہے۔

۷۔ یہ اُس صبر کا صلہ ہے جو صرف اللہ کے لیے اور بڑی مصیبتوں پر کیا جائے۔ اِس طرح کا صبر اُنھی لوگوں سے متوقع ہوتا ہے جو عام حالات میں بھی اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی سے بچتے اور حدود الٰہی کے پابند رہتے ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس کے باوجود کوئی کمی رہ جائے جس پر مواخذے کا اندیشہ ہو تو وہ اِس صبر سے پوری ہو جائے گی۔

۸۔ یعنی تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو اِسی طرح دنیا کے فائدے پر آخرت اور اُس کی نعمتوں کو ترجیح دینے والا ہو۔

۹۔ یہ اللہ کی راہ میں انفاق کے لیے آدمی کے شوق کی تعبیر ہے، یعنی ایک چیز کا تقاضا کیا گیا تو آگے بڑھ کر دو خرچ کر دیں۔

۱۰۔ یعنی جس کے اعمال میں نماز کی رغبت، اُس کے لیے اشتیاق اور زیادہ سے زیادہ نوافل کے اہتمام کا غلبہ ہو گا۔ آگے باقی سب اعمال کا ذکر بھی اِسی لحاظ سے ہوا ہے۔

۱۱۔ اِس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دین کے علم و عمل میں سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ کیا تھا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

متن کے حواشی

۱۔ اِس حدیث کا متن مسند احمد، رقم ۱۳۷۵۰ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ جن کتابوں میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۲۳۲۱۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۱۳۱۸۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۵۴۔ سنن ترمذی، رقم ۲۴۹۸۔ مسند رویانی، رقم ۱۳۸۱۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۲۲۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۷۲۱، ۷۲۳۔

یہی مضمون ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے اور درج ذیل مصادر میں منقول ہے:

مسند اسحاق، رقم ۳۹۷۔ مسند احمد، رقم ۷۳۴۷، ۸۷۴۴۔ صحیح بخاری، رقم ۶۰۳۳۔ صحیح مسلم، رقم ۵۰۵۴۔ مسند بزار، رقم ۲۷۷۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۷۲۴۔ مسند شامیین، طبرانی، رقم ۳۲۶۸۔

۲۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی بعض طرق، مثلاً صحیح بخاری رقم ۶۰۳۳ میں 'حُفَّت' کے بجاے 'حُجِبَت' کا فعل استعمال ہوا ہے۔ دونوں سے مدعا میں کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔

۳۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۷۳۴۷ میں 'حُفَّتِ النَّارُ' مقدم اور 'حُفَّتِ الْجَنَّةُ' موخر ہے۔

اِنھی ابوہریرہ سے منقول بعض طرق، مثلاً السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۳۷۲۵ میں یہ مضمون اللہ تعالیٰ اور جبریل علیہ السلام کے درمیان ایک مکالمے کی صورت میں بیان ہوا ہے، روایت یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، أَرْسَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَام إِلَى الْجَنَّةِ، فَقَالَ: انْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَرَجَعَ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ: اذْهَبْ إِلَيْهَا فَانْظُرْ إِلَيْهَا وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ. قَالَ: اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَى النَّارِ وَإِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَرَجَعَ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَا يَدْخُلُهَا أَحَدٌ. فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: ارْجِعْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا. فَنَظَرَ إِلَيْهَا فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ فَرَجَعَ، وَقَالَ: وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یَنُجُوَ مِنُهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا".

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا تو جبریل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا: اِسے اور اِس کے ساز وسامان کو دیکھو جو میں نے اہل جنت کے لیے اِس میں تیار کیا ہے۔ وہ گئے، اُس کو دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا: پروردگار، تیری عزت کی قسم، اِس کے بارے میں جو بھی سنے گا، اِس میں داخل ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ پھر اللہ نے اُس کے متعلق حکم دیا اور وہ دشوار اور ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ، اُسے اور اُس کی سب چیزوں کو ایک مرتبہ پھر دیکھو جو میں نے اہل جنت کے لیے اُس میں تیار کی ہیں۔ جبریل نے اُس کو دیکھا تو وہ دشوار اور ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپی جا چکی تھی۔ چنانچہ وہ آئے اور عرض کیا: تیری عزت کی قسم، مجھے اندیشہ ہے کہ اب اِس میں کوئی شخص بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ ارشاد ہوا: اب جاؤ اور جہنم اور اُس کی سب چیزوں کو دیکھو جو میں نے اُس کے لوگوں کے لیے اُس میں تیار کی ہیں۔ انھوں نے دیکھا تو وہ ایک پر ایک چڑھی جا رہی تھی۔ لہٰذا واپس آئے اور عرض کیا: تیری عزت کی قسم، اِس میں تو کوئی داخل نہ ہو گا۔ پھر اللہ نے اُس کے متعلق بھی حکم دیا اور وہ دل پسند چیزوں سے ڈھانپ دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ اور اُس کو ایک مرتبہ پھر دیکھو۔ اُنھوں نے دیکھا تو وہ دل پسند چیزوں سے ڈھانپی جا چکی تھی۔ چنانچہ لوٹ کر آئے اور عرض کیا: تیری عزت کی قسم، اب تو خدشہ ہے کہ کوئی بھی نہیں بچے گا، سب اِسی میں داخل ہوں گے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۴۔ اِس روایت کا متن اصلاً مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۸۹۸۴ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ جن مصادر میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۲۴، ۳۳۶۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۳۵۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۳۴۳۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۷۲۹۔ مستدرک حاکم، رقم ۲۳۷۹۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۷۰۸۴۔

۵۔ مسند احمد، رقم ۳۳۶۔

۶۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح مسلم، رقم ۸۳۴ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ اِن مصادر میں نقل ہوئی ہے: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۰۷۵۔ مسند احمد، رقم ۴۲۴، ۴۹۲۔ سنن دارمی، رقم ۱۳۶۱۔ صحیح بخاری، رقم ۴۳۴۔ صحیح مسلم، رقم ۵۳۰۲۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۲۸۷۔ سنن ترمذی، رقم ۲۹۲۔

عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہی مضمون عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے اور اِن مصادر میں نقل کیا گیا ہے: مسند طیالسی، رقم ۴۵۸، ۲۷۲۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۰۷۲، ۳۰۷۳۔ مسند احمد، رقم ۲۰۷۸۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۷۲۹،

۳۰۷۔مسند بزار، رقم ۸۸۳، ۳۴۲۵۔صحیح ابن حبان، رقم ۱۶۴۴۔المعجم الصغیر، طبرانی، رقم ۱۱۵۷۔المعجم الاوسط طبرانی، رقم ۸۶۹۷۔السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۳۹۴۶۔

۷۔عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول بعض طرق، مثلاً صحیح بخاری، رقم ۴۳۴ میں 'لِلّٰہِ' کے بجاے 'یَبْتَغِيْ بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ معنی کے لحاظ سے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

۸۔ یہ اضافہ سنن ابن ماجہ، رقم ۷۲۹ میں علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے لیا گیا ہے۔

۹۔ یہ اضافہ سنن ابن ماجہ، رقم ۷۳۰ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لیا گیا ہے۔

۱۰۔اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے منقول بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۲۶۹۵۲ میں 'فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْنِي لَهُ بَيْتًا أَوْسَعَ مِنْهُ فِي الْجَنَّةِ' ''اللہ اُس کے لیے جنت میں اُس سے بھی بڑا گھر بنا دیں گے'' کے الفاظ ہیں۔

۱۱۔ اِس روایت کا متن مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۴۷۴۸ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ہانی بن یزید رضی اللہ عنہ ہیں اور اِس کے مراجع یہ ہیں: صحیح ابن حبان، رقم ۴۹۵، ۵۰۹۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۷۹۵۰، ۱۷۹۵۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۵۹۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۱۲۔صحیح ابن حبان، رقم ۴۹۵ میں 'وَبَذْلِ الطَّعَامِ' کے بجاے 'بَذلِ السلام' ''سلام عام کرو'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۱۳۔ اِس روایت کا متن سنن دارمی، رقم ۱۴۳۲ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ اِس کے مصادر یہ ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۵۱۶۱۔ مسند احمد، رقم ۲۳۱۵۳۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۵۰۴۔ سنن دارمی، رقم ۲۵۵۱۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۲۵۰۔ سنن ترمذی، رقم ۲۴۲۲۔

یہی مضمون ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہوا ہے اور درج ذیل کتابوں میں نقل کیا گیا ہے:

مسند احمد، رقم ۶۲۶۹، ۸۰۹۴۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۳۲۵۱۔ صحیح ابن حبان، رقم ۵۱۳، ۲۶۲۴۔ سنن ترمذی، رقم ۱۷۷۲۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۵۷۶۱۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۶۷۸۵۔ مستدرک حاکم، رقم ۷۲۳۰۔

۱۴۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۸۱۶۳ میں سلام کے حوالے سے یہ بات بھی نقل ہوئی ہے: 'أَفْشُوا السَّلَامَ تَسْلَمُوا، وَالْأَشَرَةُ شَرٌّ' ''سلام کو عام کرو، سلامتی میں رہو گے (اور تکبر سے بچے رہو، اِس لیے کہ) تکبر بدترین چیز ہے''۔

۱۵۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۱۰۱۷۹ میں 'وَصَلُّوا'' 'تم نماز پڑھو' کے بجائے 'وَقُمْ بِاللَّيْلِ'' 'اور رات کو قیام کرو' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۱۶۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۶۲۶۹ میں یہی بات اِس طرح بیان ہوئی ہے: 'أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ'' 'سلام عام کرو، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ اور بھائی بھائی بن کر رہو، جیسا کہ تم لوگوں کو اللہ نے حکم دیا ہے۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول بعض روایات، مثلاً مسند احمد، رقم ۸۰۹۴ میں یہ بات خود اُن کے اِس سوال کے جواب میں نقل ہوئی ہے: 'قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا رَأَيْتُكَ طَابَتْ نَفْسِي، وَقَرَّتْ عَيْنِي، أَنْبِئْنِي عَنْ أَمْرٍ إِذَا أَخَذْتُ بِهِ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ'' 'میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، میں جب آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور آنکھوں کو قرار آ جاتا ہے۔ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ اگر میں اُس پر عمل کرلوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۷۔اِس روایت کا متن صحیح مسلم، رقم ۱۲۰۵ سے لیا گیا ہے۔ یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور درج ذیل کتابوں میں نقل ہوئی ہے:

مسند طیالسی، رقم ۱۶۸۵۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۴۷۱۱، ۵۳۶۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۵۸۲۱، ۵۸۲۵۔ مسند اسحاق، رقم ۱۸۳۶، ۱۸۶۱۔ مسند احمد، رقم ۲۶۱۷۰۔ مسند عبد بن حمید، رقم ۱۵۶۲۔ سنن دارمی، رقم ۱۴۰۸۔ صحیح مسلم، رقم ۱۲۰۴۔ سنن ابو داؤد، رقم ۱۰۶۰۔ سنن ترمذی، رقم ۳۸۰۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۴۶۰۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۷۸۳۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۲۰۷۲۔ صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۱۲۸۔ صحیح ابن حبان، رقم ۲۵۰۴۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۸۹۹۸۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۸۹۷۹۔ مستدرک حاکم، رقم ۱۱۰۶۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۴۱۱۷۔

یہی مضمون عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِس کے مراجع درج ذیل ہیں:

مسند طیالسی، رقم ۲۶۴۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۵۸۲۴، ۵۸۲۷۔ مسند احمد، رقم ۱۹۲۶۹، ۱۰۲۴۰۔ مسند بزار، رقم ۲۷۶۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۱۱۳۲۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۴۵۹۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۷۹۸۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۵۳۸۸، ۹۶۷۰۔ مسند شامیین، طبرانی، رقم ۲۴۰۲۔

۱۸۔صحیح ابن خزیمہ، رقم ۱۱۲۷ میں 'رَكْعَةً' کے بجائے 'سَجْدَةً' نقل ہوا ہے۔

۱۹۔ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے منقول بعض طرق، مثلاً مسند طیالسی، رقم ۱۶۸۵ میں 'غَیْرَ فَرِیضَةٍ' کے بجاے 'سِوَی الْمَکْتُوبَةِ' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ اُنھی سے منقول بعض طرق، مثلاً السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۷۸۸ میں اِن نمازوں کی تفصیل بھی نقل ہوئی ہے: 'أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اثْنَتَا عَشْرَةَ رَكْعَةً، مَنْ صَلَّاهُنَّ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ'' بارہ رکعتیں ہیں، جو اِن کو پڑھے گا، اللہ اُس کے لیے جنت میں گھر تعمیر کر دیں گے۔ چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو عصر سے پہلے، دو مغرب کے بعد اور دو فجر کی نماز سے پہلے۔''

۲۰۔ اِس روایت کا متن اصلاً مستدرک حاکم، رقم ۲۸۶۹ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت جن کتابوں میں نقل ہوئی ہے، وہ یہ ہیں: السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۴۰۵۔ صحیح ابن خزیمہ، رقم ۳۲۴۔ صحیح ابن حبان، رقم ۱۷۴۸۔ مستدرک حاکم، رقم ۶۷۳۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۹۱۱۳۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۲۱۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۴۰۵۔

۲۲۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۴۰۵۔

۲۳۔ السنن الکبریٰ، نسائی رقم ۲۲۰۳ میں 'الْمُوبِقَاتِ السَّبْعَ' ''سات ہلاک کر دینے والی چیزیں'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۲۴۔ النساء ۴: ۳۱۔

۲۵۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح مسلم، رقم ۶۷۷۴ سے لیا گیا ہے، اِس کے راوی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ درج ذیل کتابوں میں نقل ہوئی ہے:

مسند طیالسی، رقم ۲۴۱۱۔ مسند حمیدی، رقم ۹۸۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۱۶۳۶، ۱۱۶۳۸۔ مسند احمد، رقم ۷۵۳۲، ۹۲۳۲، ۱۰۴۰۱۔ صحیح بخاری، رقم ۱۰۰، ۱۱۷۸، ۶۱۹۲۔ صحیح مسلم، رقم ۶۷۷۲، ۶۷۷۳، ۶۷۷۴۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۱۵۹۲۔ سنن ترمذی، رقم ۹۷۸۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۸۶۲، ۱۸۶۴۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۹۸۸، ۱۹۹۲۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۶۰۳۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۰۱۷۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۶۶۰۰۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ مضمون ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری

رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عتبہ بن عبدالسلمیٰ رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا، حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا، صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِس کے مراجع یہ ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۱۶۳۶۔ مسند احمد، رقم ۳۰۸۸، ۱۱۶۴۴، ۱۲۲۹۷، ۲۰۸۲۳۔ مسند بزار، رقم ۱۹۲۶، ۳۴۵۹۔ صحیح بخاری، رقم ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۶۷۹۳۔ صحیح مسلم، رقم ۴۷۷۴۔ سنن ابن ماجہ، رقم ۱۵۹۳، ۱۵۹۴۔ سنن ترمذی، رقم ۹۸۰۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۸۵۹۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۹۸۹۔ مسند شاشی، رقم ۱۳۲۲۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۰۱۹، ۴۷۴۴۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۵۸۶۵۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۶۱۹، ۱۲۷۱۵، ۱۳۷۵۷۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۶۶۰۱، ۶۶۰۷۔

۲۶۔ صحیح مسلم، رقم ۴۷۷۳۔

۲۷۔ مسند احمد، رقم ۱۰۷۰۶۔

۲۸۔ یہ اضافہ مسند اسحاق، رقم ۱۸۶۳ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے لیا گیا ہے۔ مسند احمد، رقم ۱۷۳۰۴ میں عبداللہ سلمیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت میں 'مَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ' کے بجائے 'مَا مِنْ عَبْدٍ' ''کوئی بھی انسان'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۲۹۔ یہ اضافہ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۲۵۵۹ میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے لیا گیا ہے۔

۳۰۔ یہ اضافہ مسند اسحاق، رقم ۱۸۶۳ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہے۔ اِس کے ساتھ اس میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: 'قَالَ: فَذٰلِكَ قَوْلُ اللّٰهِ: فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ، قَالَ: نَفَعَتِ الْآبَاءَ شَفَاعَةُ أَوْلَادِهِمْ' ''فرمایا: اِسی دن کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تب اِن کے شفاعت کرنے والوں کی شفاعت اِن کے کچھ کام نہ آئے گی۔ پھر فرمایا: اولاد کی شفاعت، البتہ اپنے والدین کے حق میں کارگر ہوگی۔'' یہ اضافہ صرف اِسی طریق میں ہے۔ ام حبیبہ سے منقول کسی دوسرے طریق میں یہ الفاظ روایت نہیں ہوئے۔ دوسرے صحابہ سے اِس مضمون کی جتنی روایات نقل ہوئی ہیں، وہ بھی اِن سے خالی ہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیت پڑھ کر یہ تبصرہ فرمایا تھا یا کسی راوی نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔ تاہم، آیت کی مناسبت روایت کے مضمون سے کسی طرح واضح نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہم نے اس کو اپنے انتخاب میں شامل نہیں کیا۔

صحیح مسلم، رقم ۴۷۷۲ میں یہی مضمون اِس اسلوب میں نقل ہوا ہے: 'لَا يَمُوْتُ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلَاثَةٌ مِنَ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

الْوَلَدِ، فَتَمَسَّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ ''جس مسلمان کے بھی تین بچے وفات پا جائیں، دوزخ کی آگ اُس کو اتنی دیر کے لیے چھوئے گی، گویا قسم پوری کی ہے۔'' ابونعیم کی معرفۃ الصحابہ، رقم ۴۲۵۰ میں 'فَتَمَسَّهُ النَّارُ إِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ' کے بجائے 'لَمْ يَرَ النَّارَ إِلَا عَابِرَ سَبِيلٍ ''آگ کا سامنا وہ محض راہ گزرتے آدمی کی طرح کرے گا'' کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۲۹۷۴ میں یہی بات ایک دوسرے اسلوب میں منقول ہے، وہ کہتے ہیں: 'سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَقُولُ: "مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي، دَخَلَ الْجَنَّةَ". فَقَالَتْ عَائِشَةُ: بِأَبِي، فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ؟ فَقَالَ: "وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ"، قَالَتْ: فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ؟ قَالَ: "فَأَنَا فَرَطُ أُمَّتِي، لَمْ يُصَابُوا بِمِثْلِي'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جس شخص کے دو بچے بالغ ہونے سے پہلے مرکر اُس کے لیے آگے کا اجر بن گئے، اللہ تعالیٰ اُن بچوں کی وجہ سے اُس کو جنت میں داخل کر دے گا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو پوچھا: جس شخص کا ایک ہی بچہ مرا ہو؟ آپ نے فرمایا: اے وہ کہ خدا کی توفیق سے بہرہ مند ہوئی ہو، جس شخص کا ایک بچہ مرا ہو، اُس کے لیے بھی یہی بشارت ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر کسی شخص کا ایک بچہ بھی نہ مرا ہو، آپ نے فرمایا: پھر میں اپنی امت کا میر منزل ہوں گا، کیونکہ میری (وفات کی) مصیبت جیسی کسی اور مصیبت سے وہ دوچار نہ ہوئے ہوں گے۔''

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

۳۱۔ اِس روایت کا متن اصلاً المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۵۴۳۱ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ روایت اِن کتابوں میں نقل ہوئی ہے: مسند طیالسی، رقم ۱۱۵۹۔ مسند احمد، رقم ۱۵۲۸۷، ۱۹۸۸۵۔ مسند بزار، رقم ۲۸۳۰۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۹۸۵۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۱۸۵۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۰۲۳۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۵۴۱۸۔ مستدرک، حاکم، رقم ۱۳۴۹۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۶۵۵۳۔

۳۲۔ مسند احمد، رقم ۱۵۲۸۷۔

۳۳۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۹۸۵۔

۳۴۔ روایت جس کتاب سے نقل کی گئی ہے، اس میں یہاں 'ابنہ' کے بجائے لفظ 'اللّٰہ' مذکور ہے۔ یہ غالباً کسی مخطوطے میں لفظ پر نقطے نہ ہونے کی بنا پر پڑھنے کی غلطی ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں 'ابن' ہی کا محل ہے۔ چنانچہ ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔

۳۵۔ اِس روایت کا متن مسند احمد، رقم ۱۲۳۳۵ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں اور اِس کے مصادر یہ ہیں: مسند احمد، رقم ۱۲۳۹۸، ۱۳۷۴۱۔ صحیح بخاری، رقم ۵۲۴۸۔ مسند بزار، رقم ۲۷۹۰۔ سنن الترمذی، رقم ۲۳۳۷۔ مسند ابی یعلیٰ، رقم ۴۱۷۸۔

یہی مضمون ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور صدی بن عجلان رضی اللہ عنہ سے بھی نقل ہوا ہے۔ اِسے درج ذیل کتابوں میں دیکھ لیا جا سکتا ہے:

مسند احمد، رقم ۷۴۱۴، ۲۱۶۴۲۔ سنن دارمی، رقم ۲۷۰۹۔ سنن ترمذی، رقم ۲۳۳۸۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۱۰۹۲۹۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۰۰۶، ۳۰۰۸۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۵۵۹، ۴۸۸۰، ۸۳۴۷۔ مسند شامیین، رقم ۲۲۳۴۔

۳۶۔ بعض روایات مثلاً، مسند احمد، رقم ۲۱۶۴۲ میں ’إِذَا أَخَذْتُ كَرِيمَتَيْكَ، فَصَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولَى‘ ’’اگر تمھاری دونوں محبوب آنکھوں کی بینائی میں سلب کر لوں اور تم اِس صدمے پر ابتدا ہی میں صبر کرو اور راضی رہو‘‘ کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی بعض طرق، مثلاً مسند احمد، رقم ۷۴۱۴ میں ’مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِيبَتَيْهِ‘ ’’جس کی دونوں محبوب آنکھوں کی بینائی میں سلب کر لوں‘‘ کے الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۳۷۔ اِس روایت کا متن اصلاً صحیح بخاری، رقم ۳۰۷۱ سے لیا گیا ہے۔ اِس کے راوی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اُن سے یہ درج ذیل کتابوں میں نقل ہوئی ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۸۹۱۱۔ موطا امام مالک، رقم ۹۸۸۔ مسند احمد، رقم ۷۴۴۸، ۸۵۹۱۔ صحیح بخاری، رقم ۲۶۴۲، ۳۴۱۶۔ صحیح مسلم، رقم ۱۷۱۱، ۱۷۱۲۔ سنن ترمذی، رقم ۳۶۳۶۔ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۴۲۷۵، ۴۲۷۶۔ السنن الصغریٰ، نسائی، رقم ۲۲۱۶، ۳۱۰۱۔ صحیح ابن حبان، رقم ۳۱۲، ۳۵۰۱۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۳۰۶۷۔

یہی مضمون جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ اِس کے مصادر یہ ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۱۸۹۷۶۔ مسند احمد، رقم ۲۰۸۹۱، ۲۰۸۴۰۔ سنن دارمی، رقم ۲۳۲۵۔ مسند بزار، رقم ۳۳۵۶۔ مستخرج ابی عوانہ، رقم ۵۹۱۳، ۵۹۱۷۔ صحیح ابن حبان، رقم ۴۶۴۷، ۴۷۴۷۔ المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۱۶۵۷۔ المعجم الکبیر، طبرانی، رقم ۱۶۲۱۔

۳۸۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول بعض طرق، مثلاً المعجم الاوسط، طبرانی، رقم ۶۲۱۳ میں زوجین کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے: ’قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ابْتَدَرَتْهُ حَجَبَةُ الْجَنَّةِ، قُلْتُ: بَعِيرَيْنِ، فَرَسَيْنِ، شَاتَيْنِ، دِرْهَمَيْنِ، خُفَّيْنِ، نَعْلَيْنِ‘ ’’ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مال میں سے جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا، جنت کے دربان اُس کے استقبال کے لیے سبقت کی کوشش کریں گے۔ ابوذر کہتے ہیں: یعنی دو اونٹ، دو گھوڑے، دو بکریاں، دو درہم، دو موزے، دو جوتے۔''

۳۹۔ صحیح بخاری، رقم ۳۴۱۶۔

۴۰۔ صحیح بخاری، رقم ۲۶۴۲۔

۴۱۔ صحیح بخاری، رقم ۲۶۴۲ میں اس جملے کے بجائے 'ذَاكَ الَّذِيُ لَا تَوَى عَلَيُهِ'' اُس کو تو کچھ نقصان نہیں ہے'' کے الفاظ ہیں۔

المصادر والمراجع

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ابن حبان، أبو حاتم بن حبان. (١٤١٤هـ/١٩٩٣م). **صحيح ابن حبان**. ط٢. تحقيق: شعيب الأرنؤوط. بيروت: مؤسسة الرسالة.

ابن حجر، علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني. (١٣٧٩هـ) **فتح الباري شرح صحيح البخاري**. (د.ط). تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار المعرفة.

ابن قانع. (١٤١٨هـ/١٩٩٨م). **المعجم الصحابة** .ط١. تحقيق:حمدي محمد. مكة مكرمة: نزار مصطفى الباز.

ابن ماجه. ابن ماجة القزويني. (د.ت). **سنن ابن ماجة**. ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار الفكر.

ابن منظور، محمد بن مكرم بن الأفريقي. (د.ت). **لسان العرب**. ط١. بيروت: دار صادر.

أبو نعيم ، (د.ت). **معرفة الصحابه**.ط١. تحقيق: مسعد السعدني. بيروت: دارالكتاب العلمية.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (د.ت). **مسند أحمد بن حنبل**. ط١. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

أحمد بن محمد بن حنبل الشيباني. (د.ت). **مسند أحمد بن حنبل**. ط ١. بيروت: دار إحياء

التراث العربي.

البخاري، محمد بن إسماعيل. (١٤٠٧هـ/ ١٩٨٧م). **الجامع الصحيح**.ط٣. تحقيق: مصطفٰی ديب البغا. بيروت: دار ابن كثير.

بدر الدين العيني. **عمدة القاري شرح صحيح البخاري**. (د.ط). بيروت: دار إحياء التراث العربي.

البيهقي، أحمد بن الحسين البيهقي.(١٤١٤هـ/١٩٩٤م). **السنن الكبرٰى لبيهقي**.ط١. تحقيق: محمد عبد القادر عطا. مكة المكرمة: مكتبة دار الباز.

السيوطي، جلال الدين السيوطي. (١٤١٦هـ/ ١٩٩٦م). **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج**.ط ١. تحقيق: أبو اسحٰق الحويني الأثري. السعودية: دار ابن عفان للنشر والتوزيع.

الشاشي، الهيثم بن كليب. (١٤١٠هـ). **مسند الشاشي**. ط١. تحقيق: محفوظ الرحمٰن زين اللّٰه. المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم.

محمد القضاعي الكلبي المزي.(١٤٠٠هـ/١٩٨٠م). **تهذيب الكمال فى أسماء الرجال**. ط١. تحقيق: بشار عواد معروف. بيروت: مؤسسة الرسالة.

مسلم، مسلم بن الحجاج. (د.ت).**صحيح المسلم**. ط١. تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي. بيروت: دار إحياء التراث العربي.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤٠٦هـ/١٩٨٦م). **سنن النسائي الصغرٰى**. ط٢. تحقيق: عبدالفتاح أبو غدة. حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية.

النسائي، أحمد بن شعيب. (١٤١١هـ/١٩٩١م). **السنن الكبرٰى للنسائى**. ط١. تحقيق: عبد الغفار سليمان البنداري، سيد كسروي حسن. بيروت: دار الكتب العلمية.

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

معز امجد
ترجمہ وتدوین: شاہد رضا

دوسرے شخص کی جانب سے حج

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

رُوِيَ أَنَّهُ جَاءَ تُ إِمْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهِ فِي الْحَجِّ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِيْ عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ؟ قَالَ: "نَعَمْ". (بخاری، رقم ۱۷۵۵)

روایت کیا گیا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر قبیلۂ خثعم کی ایک خاتون آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضۂ حج جو اس کے بندوں پر عائد ہے، اس نے میرے بوڑھے باپ کو پا لیا ہے، مگر وہ اتنی بھی استطاعت نہیں رکھتے کہ (سفر حج کے لیے) سواری پر بھی بیٹھ سکیں، اگر میں ان کی جانب سے حج ادا کرلوں تو کیا ان کی جانب سے حج ادا ہو جائے گا؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہاں[۱]۔

حاشیہ کی توضیح

۱۔ قرآن کریم نے فریضۂ حج کو بیان کرتے ہوئے اس حکم کو اس شرط کے ساتھ مقید فرمایا ہے کہ عازم حج بیت اللہ کی جانب سفر کی استطاعت رکھتا ہو۔ اگر کوئی شخص بعض مالی یا جسمانی وجوہ کی بنا پر خانہ کعبہ کی طرف سفر کرنے کی

حالت میں نہیں تو اس پر حج کی ادائیگی فرض نہیں ہے۔ درج بالا مذکورہ روایت کو قرآن مجید کے اسی مشروط حکم کی روشنی میں مدنظر رکھنا چاہیے۔ جب کوئی شخص اپنے کسی جسمانی عارضے کی وجہ سے بیت الحرام کی جانب عازم سفر ہونے کی حالت میں نہیں، اسے حج ادا نہ کرنے کی صورت میں جواب دہ نہیں گردانا جائے گا۔ اگر اس شخص کی اولاد اس کی جانب سے حج کا فرض ادا کر دے تو اسے ایک عمل عظیم شمار کیا جائے گا اور اسی کے مثل اسے اجر سے نوازا جائے گا۔ اس شخص کو حج کی خواہش کی بنا پر اجر عطا کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر چہ وہ جسمانی وجوہ کے سبب بیت اللہ کی جانب سفر سے قاصر رہے۔ دوسری جانب، اولاد کو بھی اپنے والدین کے لیے اصل میں حج ادا کرنے کے صلے میں اجر سے نوازا جائے گا۔

متون

اپنی اصل کے اعتبار سے یہ روایت بخاری، رقم ۱۷۵۵ میں روایت کی گئی ہے۔

یہ روایت بعض اختلافات کے ساتھ بخاری، رقم ۱۴۴۲، ۱۷۵۶، ۴۱۳۸، ۵۸۷۴؛ مسلم، رقم ۱۳۳۴-۱۳۳۵؛ ترمذی، رقم ۹۲۸، ۹۳۰؛ ابوداؤد، رقم ۱۸۰۹-۱۸۱۰؛ ابن ماجہ، رقم ۲۹۰۶-۲۹۰۹؛ نسائی، رقم ۲۶۲۱، ۲۶۳۵-۲۶۳۸، ۲۶۴۰-۲۶۴۱، ۵۳۸۹-۵۳۹۶؛ احمد، رقم ۱۸۱۲-۱۸۱۳، ۱۸۱۸، ۱۸۲۲، ۱۸۹۰، ۲۲۶۶، ۳۰۵۰، ۳۲۳۸، ۳۳۷۵، ۳۳۷۷، ۱۶۱۴۷، ۱۶۱۷۰، ۱۶۲۲۹-۱۶۲۳۰، ۱۶۲۳۵، ۱۶۲۴۴، ۱۶۲۴۸، ۲۷۴۵۷؛ ابن حبان، رقم ۳۹۸۹-۳۹۹۱، ۳۹۹۴-۳۹۹۷؛ بیہقی، رقم ۸۴۰۸-۸۴۱۷، ۸۴۱۹، ۸۴۵۶، ۸۵۳۸، ۹۶۳۲-۹۶۳۳، ۱۲۴۰۸، ۱۳۲۹۰؛ السنن الکبریٰ، نسائی، رقم ۳۶۰۰، ۳۶۱۵-۳۶۱۸، ۳۶۲۰-۳۶۲۴، ۵۹۴۷-۵۹۵۵؛ ابن خزیمہ، رقم ۳۰۳۰-۳۰۳۳، ۳۰۳۵-۳۰۳۸، ۳۰۴۰؛ دارمی، رقم ۱۸۳۱-۱۸۳۷؛ مسند حمیدی، رقم ۵۰۷؛ موطا امام مالک، رقم ۹۸۷؛ ابویعلیٰ، رقم ۲۳۵۱، ۲۳۸۴، ۶۷۱۷، ۶۷۳۷، ۶۸۱۲، ۶۸۱۸ اور عبدالرزاق، رقم ۱۶۳۴۱ میں روایت کی گئی ہے۔

بعض روایات، مثلاً بخاری، رقم ۱۴۴۲ میں اس واقعے میں کچھ مزید معلومات کا اضافہ ذکر کیا گیا ہے۔ روایت درج ذیل ہے:

عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال: كان الفضل رديف رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجاءت إمرأة من خثعم فجعل

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ عنہما) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے

الفضل ينظر إليها وتنظر إليه وجعل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم يصرف وجه الفضل إلى الشق الآخر، فقالت: يا رسول اللّٰه، إن فريضة اللّٰه على عباده في الحج أدركت أبي شيخًا كبيرًا لايثبت على الراحلة أفأحج عنه؟ قال: "نعم". وذلك في حجة الوداع.

تھے کہ قبیلۂ خثعم کی ایک (خوب صورت) خاتون آئی، حضرت فضل اس کو دیکھنے لگے اور وہ بھی انھیں دیکھنے لگی، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فضل (رضی اللہ عنہ) کا چہرہ دوسری طرف پھیرنے لگے۔ اس خاتون نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضۂ حج جو اس کے بندوں پر عائد ہے، اس نے میرے بوڑھے باپ کو پا لیا ہے، مگر (سفر حج کے لیے) سواری پر بھی نہیں بیٹھ سکتے، کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کرلوں (تو کیا ان کی جانب سے حج ادا ہو جائے گا)؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ تھا۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۵۳۹۵ میں یہ واقعہ اس طرح روایت کیا گیا ہے:

روي أنه جاء رجل إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: يا نبي اللّٰه، إن أبي شيخ كبير لا يستطيع الحج وإن حملته لم يستمسك، أفأحج عنه؟ قال: "حج عن أبيك".

''روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی، میرے والد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور وہ حج ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں۔ اگر میں انھیں سواری پر سوار کر دوں تو وہ اسے پکڑ کر بیٹھ نہیں سکیں گے، کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کرسکتا ہوں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو۔''

بعض روایات، مثلاً ابن حبان، رقم ۵۳۹۵ میں 'حج عن أبيك' (اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو) کے الفاظ کے بجائے 'نعم، حج مكان أبيك' (ہاں، اپنے والد کی جگہ حج ادا کرو) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۶۲۲۹ میں یہ واقعہ ان درج ذیل الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

عن أبي رزين العقيلي أنه أتى النبي

''حضرت ابورزین العقیلی سے روایت ہے کہ وہ

صلى اللّٰه عليه و سلم، فقال: إن أبي شيخ كبير لايستطيع الحج ولا العمرة ولا الظعن، قال: ”حج عن أبيك و اعتمر“.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے والد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور وہ حج، عمرہ اور (ان کے لیے) سفر کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، (کیا میں ان کی جانب سے ادا کر سکتا ہوں)؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اپنے والد کی جانب سے حج و عمرہ ادا کرو۔‘‘

بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۶۲۴۸ میں ’إن أبي شيخ كبير‘ (میرے والد بہت بوڑھے ہو گئے ہیں) کے الفاظ کے بجائے ’إن أبي أدرك الإسلام وهو شيخ كبير ...‘ (میرے والد نے اسلام کو پا لیا ہے، جبکہ وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں...) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً بیہقی، رقم ۸۵۳۸ میں ’حج عن أبيك‘ (اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو) کے الفاظ کے بجائے ان کے مترادف الفاظ ’أحجج عن أبيك‘ (اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو) روایت کیے گئے ہیں؛ بعض روایات، مثلاً احمد، رقم ۱۶۲۴۴ میں ’لا يستطيع‘ (وہ استطاعت نہیں رکھتے) کے الفاظ کے بجائے ’لا يطيق‘ (وہ طاقت نہیں رکھتے) کے الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔

بعض روایات، مثلاً ابن خزیمہ، رقم ۳۰۴۷ میں اسی طرح کا واقعہ روایت کیا گیا ہے۔ اس واقعے کے الفاظ درج ذیل ہیں:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عن الحسن قال: بلغني أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم أتاه رجل، فقال: إن أبي شيخ كبير أدرك الإسلام ولم يحج ولايستمسك على الراحلة وإن شددته بالحبل على الراحلة خشيت أن أقتله، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم: ”أحجج عن أبيك“.

حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: (یا رسول اللہ)، میرا ایک بوڑھا باپ ہے جنھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، مگر انھوں نے حج ادا نہیں کیا اور نہ وہ سواری پر ٹھہر سکتے ہیں۔ اگر میں انھیں سواری پر کسی رسی سے باندھ دوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں انھیں قتل کر دوں گا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو۔‘‘

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۲۶۴۰ میں یہ واقعہ ان الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

عن عبد اللّٰه بن عباس أن رجلاً سأل النبي صلى اللّٰه عليه وسلم أن أبي أدركه الحج وهو شيخ كبير لايثبت على راحلته، فإن شددته خشيت أن يموت، أفأحج عنه؟ قال: "أرأيت لو كان عليه دين فقضيته أكان مجزئًا"؟ قال: نعم، قال: "فحج عن أبيك".

''حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: میرے باپ کو حج نے پا لیا ہے، جبکہ وہ بہت بوڑھے ہیں اور اپنی سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، اگر میں انھیں (کسی رسی سے) باندھ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ وہ انتقال کر جائیں گے، کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کرسکتا ہوں؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمھارا کیا گمان ہے کہ اگر ان پر قرض ہوتا اور تم اسے ادا کر دیتے تو کیا یہ کافی نہ ہوتا؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تو پھر اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو۔''

بعض روایات، مثلاً ابن خزیمہ، رقم ۳۰۳۵ میں اسی طرح کا واقعہ اس طرح روایت کیا گیا ہے:

قال بن عباس: قال فلان الجهني: يا رسول اللّٰه، إن أبي مات وهو شيخ كبير لم يحج أو لايستطيع الحج، قال: "حج عن أبيك".

''حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ فلاں جہنی نے کہا: یا رسول اللہ، میرے والد وفات پا چکے ہیں، جبکہ وہ بہت بوڑھے تھے اور انھوں نے حج ادا نہیں کیا یا (کہا کہ) وہ حج ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو۔''

بعض روایات، مثلاً عبدالرزاق، رقم ۱۶۳۴۱ میں اسی نوعیت کا واقعہ اس طرح روایت کیا گیا ہے:

عن بن طاؤوس عن أبيه أن رجلاً من خثعم جاء إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم، فقال: يا رسول اللّٰه، إن أبي شيخ كبير لا يستطيع أن يحج إلّا معترضًا على بعيره

''حضرت ابن طاؤس اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلۂ خثعم کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ، میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ حج ادا کرنے کی استطاعت

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

أفأحج عنه؟ قال: "نعم".

نہیں رکھتے ہیں، مگر اس طرح کہ انھیں ان کے اونٹ پر کجاوے کے ساتھ رسی سے باندھ دیا جائے، کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کر سکتا ہوں؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ہاں۔"

بعض روایات، مثلاً ابن ماجہ، رقم ۲۹۰۸ میں یہ واقعہ درج ذیل الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

عن بن عباس قال: أخبرني حصين بن عوف قال: قلت: يا رسول الله، إن أبي أدركه الحج ولايستطيع أن يحج إلّا معترضًا، فصمت ساعة، ثم قال: "حج عن أبيك".

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھے حصین بن عوف نے بتایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، میرے والد کو حج نے پالیا ہے، جبکہ وہ حج ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، مگر اس طرح کہ انھیں کجاوے کے ساتھ رسی سے باندھ دیا جائے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: اپنے والد کی جانب سے حج ادا کرو۔"

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

بعض روایات، مثلاً نسائی، رقم ۲۹۳۸ میں یہ واقعہ درج ذیل پیرائے میں منقول ہوا ہے:

روي أنه جاء رجل من خثعم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: إن أبي شيخ كبير لايستطيع الركوب وأدركته فريضة الله في الحج، فهل يجزء أن أحج عنه؟ قال: "آنت أكبر ولده"؟ قال: نعم، قال: "أرأيت لو كان عليه دين أكنت تقضيه"؟ قال: نعم، قال: "فحج عنه".

"روایت کیا گیا ہے کہ قبیلۂ خثعم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ، میرے والد بہت بوڑھے ہیں اور کسی جانور پر سوار ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے، جبکہ ان پر اللہ تعالیٰ کا ایک فریضہ حج عائد ہو گیا ہے، اگر میں ان کی جانب سے حج ادا کر دوں تو کیا یہ کافی ہوگا؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: کیا تم ان کی اولاد میں سے سب سے بڑے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: تمھارا کیا گمان ہے کہ اگر ان پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہ کرتے؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ان کی جانب سے حج ادا کرو۔"

بعض روایات، مثلاً دارمی، رقم ۱۸۳۵ میں یہ واقعہ قدرے مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

روي أن رجلاً قال: يا رسول اللّٰه، إن أبي أو أمي عجوز كبير إن أنا حملتها لم تستمسك وإن ربطتها خشيت أن أقتلها، قال: "أرأيت إن كان على أبيك أو أمك دين أكنت تقضيه"؟ قال: نعم، قال: "فحج عن أبيك أو أمك".

''روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا: یارسول اللہ، میرے والد یا (کہا کہ) میری والدہ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں، اگر میں انھیں سواری پر سوار کرادوں تو وہ اسے پکڑ کر بیٹھ بھی نہیں سکتے اور اگر انھیں (کسی رسی سے) باندھ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ میں انھیں قتل کر دوں گا، (کیا میں ان کی جانب سے حج ادا کرسکتا ہوں)؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: تمھارا کیا گمان ہے کہ اگر تمھارے والد یا والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہ کرتے؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، اس جواب پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اپنے باپ یا ماں کی جانب سے حج ادا کرو۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نسائی، رقم ۲۶۴۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بارے میں صرف یہ روایت بیان کی گئی ہے:

روي أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال لرجل: "أنت أكبر ولد أبيك فحج عنه".

''روایت کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: چونکہ تم اپنے والد کے سب سے بڑے بیٹے ہو، اس لیے تم ان کی جانب سے حج ادا کرو۔''

بیہقی، رقم ۸۴۵۶ اور ۱۲۴۰۸ میں بعض اضافہ جات کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ ان اضافہ جات کے ساتھ یہ روایت درج ذیل ہے:

عن أبي الغوث بن الحصين الخثعمي قال: قلت: يا رسول اللّٰه، إن أبي أدركته فريضة اللّٰه في الحج وهو شيخ كبير

''حضرت ابوالغوث بن حصین خثعمی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ، میرے باپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فریضۂ حج عائد

لايتمالك على الراحلة فما ترى أن أحج عنه؟ قال: "نعم، حج عنه". قال: يا رسول اللّٰه، و كذلك من مات من أهلينا ولم يوص بحج فنحج عنه؟ قال: "نعم، و تؤجرون". قال: و يتصدق عنه و يصام عنه؟ قال: "نعم، والصدقة أفضل و كذلك في النذور والمشي إلى المسجد".

ہو گیا ہے، جبکہ وہ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اور وہ سواری پر بیٹھنے سے قاصر ہیں، اگر میں ان کی جانب سے حج ادا کر دوں تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں، ان کی جانب سے حج کر لو۔ انھوں نے پھر عرض کیا: یارسول اللہ، اسی طرح ہمارے اہل خانہ میں جو وفات پا چکا ہے اور حج کی وصیت نہیں کی ہے، کیا ہم اس کی جانب سے بھی حج ادا کر سکتے ہیں؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں، تمھیں اس کا اجر بھی ملے گا۔ انھوں نے پھر پوچھا: اس کی جانب سے صدقہ دیا جا سکتا ہے اور روزے بھی رکھے جا سکتے ہیں؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ہاں، صدقہ کرنا افضل ہے۔ نذروں اور مسجد کی طرف چلنے کا معاملہ بھی یہی ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ درج بالا اضافہ صرف دو روایات میں بیان کیا گیا ہے جو امام بیہقی نے روایت کی ہیں۔ تاہم، دونوں روایات کی سند ایک ہی طرح کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ مزید برآں، امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت ۸۴۵۶ کو روایت کرنے کے بعد 'إسناده ضعيف' (اس کی سند ضعیف ہے) کے الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے۔ لہٰذا اس روایت میں اضافے کی سند کے ضعف کی روشنی میں یہ بات عیاں ہے کہ اس اضافے کے ساتھ اس روایت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا خلاف حکمت ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

یہ اعلیٰ علمی سطح پر دین اسلام کی شرح و وضاحت ہے۔ کم و بیش ربع صدی کے مطالعہ و تحقیق سے مصنف نے اس دین کو جو کچھ سمجھا ہے، وہ اپنی اس کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ یہ پورے دین کا بیان ہے۔ اسے فقہ و کلام اور فلسفہ و تصوف کی ہر آمیزش سے بالکل الگ کر کے بے کم و کاست اور خالص قرآن و سنت کی بنیاد پر اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

صفحات 656 قیمت 1295 روپے

المورد
Al-Mawrid

المورد
ادارۂ علم و تحقیق

Books, DVDs and CDs are Available

Post Box 5185, Lahore Pakistan
www.al-mawrid.org info@al-mawrid.org

سید منظور الحسن

حدیث و سنت کی حجیت
مدرسۂ فراہی کے موقف کا تقابلی جائزہ

(۱)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دین میں مطاع کی حیثیت حاصل ہے۔ لہٰذا ہر صاحب ایمان پر آپ کی اطاعت لازم ہے۔ آپ کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں آپ کی ہدایت کی پیروی اور آپ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ یہ آپ کو رسول ماننے کا لازمی تقاضا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ.[1]

''اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اِسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے۔''

یہ اطاعت چونکہ اُس ہستی کی اطاعت ہے جسے اللہ کی نمایندگی کا شرف حاصل ہے، اِس لیے جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے، وہ درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کرتا ہے۔ فرمایا ہے:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ.[2]

''جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اُس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی ہے۔''

۱۔ النساء ۴: ۶۴۔

۲۔ النساء ۴: ۸۰۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ اُس کی اطاعت کے ساتھ اس کے رسول کی اطاعت بھی کریں اور فصل نزاعات کے لیے انھی دونوں سے رجوع کریں۔ سورۂ نساء میں ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ.[۳]	''ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر تمھارے درمیان اگر کسی معاملے میں اختلاف راے ہو تو اُسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ تعالیٰ کے اِس حکم کی تعمیل کا مسلم طریقہ قرآن وسنت کی اتباع ہے۔ یہی دو چیزیں ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لیے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ آپ کا فرمان ہے:

إني قد خلفت فيكم شيئين لن تضلوا بعدهما: كتاب الله و سنتي.[۴]	''میں تمھارے لیے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ (اگر اُن پر عمل پیرا رہے تو) ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہیں۔''

چنانچہ علماے امت نے 'اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ' اور 'فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ' سے کتاب وسنت کی اتباع اور مراجعت ہی کا حکم اخذ کیا ہے۔ ابن عبدالبر عطا بن ابی رباح اور میمون بن مہران کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

طاعة الله و رسوله: إتباع الكتاب و السنة.[۵]

إلى الله: إلى كتاب الله. وإلى الرسول: إلى سنة رسول الله.[۶]

سلف وخلف کے تمام جلیل القدر علما اسی موقف کے قائل ہیں۔ ابن جریر طبری، ابن حزم، زمخشری، شاطبی، رازی، قرطبی، شوکانی اور آلوسی نے سورۂ نساء کی مذکورہ آیت کی تشریح میں اسی نقطۂ نظر کو اختیار کیا ہے۔[۷] یہ امت مسلمہ کا اجماعی موقف

---

۳ ۴: ۵۹۔

۴ الالبانی، ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم ۳۲۳۲۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت: دار لکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء، ج ۲، ص ۲۵۱۔

۵ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف، جامع بیان العلم، دمام: دار ابن الجوزیۃ، ۱۴۲۷ھ، ج ۱، ص ۶۱۶۔

۶ ایضاً، ج ۲، ص ۳۲۰۔

۷ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، کوئٹہ: مکتبہ عثمانیہ، ۲۰۱۰ء، ج ۳، ص ۲۳۹۳۔ ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد، الاحکام فی

ہے۔مسلمان پورے اتفاق اور پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر کھڑے ہیں۔ابن قیم بیان کرتے ہیں:

الناس أجمعوا أن الرد إلی اللّٰہ سبحانہ ھو الرد إلی کتابہ، والرد إلی الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھو الرد إلیہ فی حیاتہ وإلی سنتہ بعد وفاتہ.[8]

''مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹانے سے مراد اُس کی کتاب کی طرف لوٹانا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے سے مراد آپ کی حیات میں آپ کی ذاتِ اقدس کی طرف اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی سنت کی طرف لوٹانا ہے۔''

لہٰذا قرآن مجید کے ساتھ سنت کو بھی دین میں اساسی حیثیت حاصل ہے اور اس کے احکام قرآن کے احکام ہی کی طرح واجب الاطاعت ہیں۔امام مالک کا قول ہے:

الحکم الذي یحکم بہ بین الناس حکمان: ما فی کتاب اللّٰہ، أو ما أحکمتہ السنۃ، فذلک الحکم الواجب، وذلک الصواب.[9]

''جس حکم سے لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جاتا ہے، اس کی دو ہی نوعیتیں ہیں: وہ جو کتاب اللہ میں ہے اور وہ جس کو سنت نے مستحکم کیا ہے۔یہی حکم واجب ہے اور یہی درست ہے۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

چنانچہ یہ مسلمانوں کی علمی روایت کا مسلمہ اور متفقہ اصول ہے کہ اسلامی شریعت میں سنت کو قرآن ہی کی طرح مستقل بالذات حیثیت حاصل ہے اور قانون سازی میں جو مقام و مرتبہ قرآن مجید کا ہے، وہی سنت کا بھی ہے۔ اصول فقہ کی معروف کتاب ''ارشاد الفحول'' میں درج ہے:

اصول الاحکام، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۴ء، ج۱،ص۱۱۶۔الزمخشری، ابوقاسم جاراللہ محمود بن عمر، تفسیر الکشاف، بیروت: دار المعرفۃ، ۲۰۰۲ء، ص۲۴۲۔الشاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، (مترجم: کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن)، لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۲۰۰۶ء، ج۴،ص۱۱۔الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، التفسیر الکبیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء، ج۱۰،ص۱۱۷۔القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ج۵،ص۲۵۰۔الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج۱،ص۷۰۸۔الآلوسی، سید محمود، روح المعانی، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، ج۵،ص۸۷۔

8. ابن قیم، شمس الدین ابوعبداللہ، الجوزیۃ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، لاہور: مکتبہ قدوسیہ، ۲۰۰۷ء، ج۱،ص۶۸۔

9. ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف، جامع بیان العلم، دمام: دار ابن الجوزیۃ، ۱۴۲۷ھ، ج۱،ص۶۰۷۔

قد اتفق من يعتد به من أهل العلم على أن السنة المطهرة مستقلة بتشريع الأحكام وأنها كالقرآن في تحليل الحلال وتحريم الحرام.[10]

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ سنت مطہرہ شرعی قانون سازی میں مستقل حیثیت رکھتی ہے اور تحلیل وتحریم میں اس کا مقام قرآن ہی کی طرح ہے۔''

یہی وہ مقدمات ہیں جن کی بنا پر علماے امت سنت کی حجیت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس سے انحراف دین سے انحراف کے مترادف ہے۔ امام شوکانی لکھتے ہیں:

...والحاصل أن ثبوت حجية السنة المطهرة وإستقلالها بتشريع الأحكام ضرورة دينية ولا يخالف في ذلك إلا من لا حظ له في دين الإسلام.[11]

''...حاصل کلام یہ ہے کہ سنت مطہرہ کی حجیت اور شرعی قانون سازی میں مستقل حیثیت ناگزیر دینی ضرورت ہے، اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

سنت کی مستقل تشریعی حیثیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اسے قرآن کے شارح کے طور پر بھی قبول کیا جاتا ہے اور یہ باور کیا جاتا ہے کہ اُس کے بعض اجزا کی نوعیت قرآن مجید کے بعض حصوں کے بیان کی ہے[12] اور اس لحاظ سے وہ کتاب اللہ کی شرح وتفسیر کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ صاحب ''الموافقات'' امام شاطبی لکھتے ہیں:

۱۰؎ الشوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، بیروت: دار الکتاب العربی، ج۱، ص۹۶۔

۱۱؎ ایضاً۔

۱۲؎ یعنی علماے امت کے نزدیک سنت پورے قرآن کا بیان نہیں ہے۔ یہ اُس کے انھی اجزا کے لیے بمنزلۂ بیان ہے جو از خود واضح نہیں ہیں یا جن کی قرآن نے اپنے بین الدفتین تبیین نہیں فرمائی۔ چنانچہ امام شافعی نے اسی بنا پر آیات قرآنی کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے: ایک وہ آیات جنھیں خارج کے بیان کی ضرورت نہیں اور دوسری وہ جن کی تبیین سنت سے ہوتی ہے۔ ابوزہرہ امام شافعی کے اسی موقف کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب صورت یہ ٹھیری کہ قرآن بیان کلّی ہے اور سنت حسب ضرورت اس کی شارح ومفسر تو شافعی بیان قرآن کی دو قسمیں کرتے ہیں: ۱۔ وہ بیان قرآن جو نص ہے اور جس کی تشریح وتوضیح کے لیے خارج سے کسی امداد کی ضرورت نہیں، وہ خود واضح ہے۔ ۲۔ وہ بیان قرآن جو اپنی تشریح وتوضیح میں سنت کا محتاج ہے، خواہ اپنے اجمال کی تفصیل میں یا معنی محتمل کی تعیین میں یا عموم کی تخصیص میں۔''

(محمد ابوزہرہ، امام شافعی عہد اور حیات، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص۸۵)

فكانت السنة بمنزلة التفسير و الشرح لمعاني أحكام الكتاب.[13]	''سنت کتاب اللہ کے احکام کے معانی کے لیے تفسیر وتشریح کا درجہ رکھتی ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت میں جو معانی بیان ہوئے ہیں، وہ کتاب اللہ کی طرف راجع ہیں۔ چنانچہ اس پہلو سے سنت کا وظیفہ کتاب اللہ کے اجمال اور اختصار کی تفصیل اور اس کے مشکل کی وضاحت ہے۔ امام شاطبی نے لکھا ہے:

السنة راجعة في معناها إلى الكتاب، فهي تفصيل مجمله، و بيان مشكله، و بسط مختصره. و ذلك لأنها بيان له. فلا تجد فى السنة أمرًا إلا و القرآن دل على معناه دلالة إجمالية و تفصيلية.[14]	''سنت اپنے معنوں میں کتاب کی طرف راجع ہوتی ہے اور وہ قرآن کے اجمال کی تفصیل، اس کے مشکل کی وضاحت اور مختصر کی تفصیل ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن کا بیان (وضاحت) ہے۔ لہٰذا آپ سنت میں کوئی ایسی بات نہیں پائیں گے جس کے معنی پر قرآن دلالت نہ کر رہا ہو۔ خواہ یہ دلالت اجمالی ہو یا تفصیلی ہو۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سنت کی نوعیت اور اُس کے مقام و مرتبے کے حوالے سے یہ علمائے سلف کا اصولی موقف ہے جسے اصطلاح میں 'سنت کی حجیت' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امت کے اس موقف کا اگر خلاصہ کیا جائے تو درج ذیل پانچ نکات متعین ہوتے ہیں:

اولاً، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دین میں مطاع کی حیثیت حاصل ہے اور اس بنا پر آپ کا قول و فعل اور تقریر و تصویب واجب الاطاعت ہے۔

ثانیاً، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آپ کے زمانے تک محدود نہیں ہے، بلکہ ابدی ہے، چنانچہ امت کے علم و عمل میں سنت کی صورت میں موجود روایت کو آپ کے قائم مقام کا مرتبہ حاصل ہے۔

ثالثاً، سنت کے بعض اجزا مستقل بالذات تشریعی حیثیت کے حامل ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت شارع امت میں جاری فرمایا ہے۔

رابعاً، سنت کے بعض اجزا قرآن مجید کی تفہیم و تبیین پر مبنی ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے معلم اور مبین کی حیثیت سے تعلیم دی ہے۔

13۔ الشاطبی، ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعہ، (مترجم: کیلانی، مولانا عبدالرحمٰن)، لاہور: دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۲۰۰۶ء، ج ۴، ص ۱۰۔

14۔ ایضاً۔

خامساً، سنت کے جملہ مشمولات سراسر دین ہیں اور ان کا انکار دین کے انکار کے مترادف اور ایمان کے منافی ہے۔

سنت کی حجیت کے حوالے سے یہ امت کا اجماعی موقف ہے جس پر وہ دور اول سے لے کر آج تک قائم ہے۔ اُس کی تمام تر علمی روایت میں یہ تصور روح کی طرح سرایت کیے ہوئے ہے۔ مکتب فراہی کا علم و عمل بھی کسی ادنیٰ تغیر کے بغیر اسی موقف کا ترجمان اور اسی روایت کا امین ہے۔ اس فکر کے نمایندہ علما مولانا حمید الدین فراہی، مولانا امین احسن اصلاحی اور جناب جاوید احمد غامدی کے کام سے واضح ہے کہ وہ سنت کی حجیت کے مذکورہ نکات کے حوالے سے سلف و خلف کے اجماعی موقف ہی پر قائم ہیں۔ تینوں اہل علم کے درج ذیل اقتباسات سے یہی بات متحقق ہوتی ہے:

مولانا حمید الدین فراہی

مولانا حمید الدین فراہی کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم من جانب اللہ ہے اور اپنے اطلاق کے اعتبار سے خاص نہیں، بلکہ عام ہے۔ یعنی آپ کی اطاعت کی نوعیت علی الاطلاق ہے۔ چنانچہ ایسا نہیں ہے کہ آپ کے وہی احکام واجب الاطاعت ہیں جن کی اصل قرآن مجید میں ہے اور جو اُس کی شرح و فرع کی حیثیت رکھتے ہیں، بلکہ اس کے ساتھ آپ کے اُن احکام کی اطاعت بھی لازم ہے جو قرآن سے مجرد طور پر الہام ہوئے ہیں اور جن کا مصدر و منبع اصلاً آپ ہی کی ذات اقدس ہے۔ ''رسائل فی علوم القرآن'' میں لکھتے ہیں:

فإن اللّٰه تعالٰی أمرنا عمومًا بإطاعة الرسول صلی اللّٰه علیه و سلم و أمر الرسول بالحکم بما یریه اللّٰه تعالٰی سواء کان بالکتاب أو بالنور و الحکمة التي ملأ اللّٰه بها قلبه۔[15]

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطاعت رسول کا حکم عمومی حیثیت میں دیا ہے اور رسول کا حکم یکساں طور پر حکمت پر مبنی ہوتا ہے، خواہ وہ کتاب اللہ کی بنیاد پر ہو یا اُس نور و حکمت کے مطابق ہو جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ بھر دیا تھا۔''

لہٰذا اُن کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو دین میں مستقل بالذات مقام حاصل ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ قرآن مجید سے مستنبط ہے یا مستنبط نہیں ہے۔ آپ کے قول کی یہ مستقل حیثیت ہر طرح کے شک و شبہے سے بالا ہے۔ بیان کرتے ہیں:

فـإن قـوله علیه السلام أصل مستقل سواء أستنبطه من الکتاب أم لم یستنبطه.

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مستقل بالذات ہے، خواہ وہ کتاب اللہ سے مستنبط ہو یا مستنبط نہ ہو۔ یہ

۱۵؎ الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۴۔

وهذا أمر مسلم لا يشك فيه مسلم.[١٦]

مسلمہ امر ہے جس میں شک کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔''

مولانا فراہی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑی ہیں، اُن میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری چیز سنت ہے اور سنت اُن کے نزدیک وہ چیز ہے جس سے دین پر عمل کا راستہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ ''القائد الی عیون العقائد'' میں انھوں نے لکھا ہے:

أكبر خلق النبي يظهر من فعل التبليغ، فإن اللّٰه تعالىٰ جعل التبليغ أكبر فرائضهم، وأكبر التبليغ أن يجتبي النبي الحواري والأصحاب ليكونوا شهداء على الناس، فتكون سنة النبي ظاهرة، ويتضح سبيل الحق والسعادة لكافة الناس ويسهل التمييز بين السنة والبدعة. ...ولذلك قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إني تارك فيكم الثقلين كتاب اللّٰه وسنتي، وقال: عضوا عليه بالنواجذ.[١٧]

''اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو انبیا کے فرائض میں سب سے بڑا فریضہ بنایا ہے۔ تبلیغ کا سب سے بڑا پہلو یہ ہے کہ نبی اپنے حواریوں اور اصحاب کو منتخب کرتا ہے تا کہ وہ لوگوں کے لیے شہادت دیں۔ پھر نبی کی سنت ظاہر ہوتی ہے اور تمام لوگوں کے لیے حق اور سعادت کا راستہ واضح ہو جاتا ہے اور سنت اور بدعت میں تمیز آسان ہو جاتی ہے۔... اور یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری سنت۔ انھیں مضبوطی سے پکڑ کر رکھنا۔''

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

مولانا فراہی جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الاطاعت شارع کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں، وہاں وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آپ کو قرآن مجید کے مبین اور مفسر کا مقام حاصل ہے۔ اس بنا پر وہ شریعت اور عقائد، دونوں معاملات میں قرآن سے استخراج احکام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے رہنمائی کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ''رسائل فی علوم القرآن'' میں انھوں نے لکھا ہے:

أنه عليه السلام لما كان مبينًا للكتاب ومفسرًا له على الإطلاق في الشرائع والعقائد كلتيهما صار العلم بطرق تأويله أوثق أصل للمفسر.[١٨]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مبین اور مفسر تھے۔ لہٰذا شرائع ہوں یا عقائد، دونوں کے حوالے سے آپ کی تاویلات ایک مفسر کے لیے حکم کی مضبوط ترین بنیاد ہیں۔''

---

[١٦] الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۹۔

[١٧] الفراہی، عبدالحمید، القائد الی عیون العقائد، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶۷۔

[١٨] الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۹۔

چنانچہ اُن کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ایک حصہ قرآن مجید کی تبیین اور شرح وفرع پر مبنی ہے اور دوسرا مستقل بالذات سنن کا ماخذ ہے۔ اس اعتبار سے وہ آپ کے ارشادات کو بنیادی طور پر تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک قسم اُن احکام پر مشتمل ہے جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صراحت فرمائی ہے کہ وہ کتاب اللہ سے مستنبط ہیں۔ دوسری قسم اُن احکام پر مبنی ہے جن کے قرآن مجید سے مستنبط ہونے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو صراحت نہیں فرمائی، مگر کلام کی دلالتوں کی بنا پر اُن کا کتاب الٰہی سے مستنبط ہونا واضح ہوتا ہے۔ تیسری قسم اُن احکام کو شامل ہے جن کے قرآن سے مستنبط ہونے کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تصریح موجود ہے اور نہ کلام کی دلالتیں استنباط کو واضح کرتی ہیں، مگر اس کے باوجود قرآن ان کا تحمل کرتا ہے۔ ان کی نوعیت مستقل بالذات سنن کی ہے۔ لکھتے ہیں:

فالقسم الأول ماصرح فيه الرسول صلى الله عليه وسلم بأنه حكم بالكتاب، ولم يكن الحكم بظاهر الكتاب ونصه. فقد علمنا أنه كان يستنبط منه وقد أمره الله يبين للناس ما نزل إليهم كما مر. ومعرفة وجه الإستنباط لا تصعب بعد العلم بالأصل والفرع. والقسم الثاني من الأحكام مالم يصرح فيه بذلك ولكن وجه إستنباطه من الكتاب ظاهر على العارف بدلالات الكلام. . . . فإذا أطلعنا على وجه الإستنباط جعلنا الكتاب فيه أصلاً والسنة فرعًا لوجوه ذكرنا. وقد اتفقت الصحابة على النظر في الكتاب أولاً ، فإذا لم يجدوا فيه ففي السنة، وهذا هو المعقول، ففي مثل ذلك أيقنا بأن الرسول صلى الله عليه وسلم قد حكم بالكتاب مستنبطاً منه، لعلمه بإشاراته وإن

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں سے پہلی قسم اُن احکام کی ہے جن کے بارے میں آپ نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ کتاب اللہ سے مستنبط ہیں، دراں حالیکہ ظاہر کتاب کی نص میں وہ موجود نہیں ہیں۔ گویا وہ حکم مستنبط ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرض تبیین کے مطابق ہیں۔ ان احکام میں اصل وفرع پر غور کر کے ان کے استنباط کا پہلو معلوم کرنا دشوار نہیں ہوتا۔ دوسری قسم ان احکام کی ہے جن کے متعلق آپ نے خود کوئی صراحت نہیں فرمائی، مگر قرآن سے ان کے استنباط کا پہلو کلام کی دلالتوں کو جاننے والے پر واضح ہو جاتا ہے۔... پس اگر ہمیں وجہ استنباط معلوم ہو جائے تو اصول یہ ہوگا کہ ہم کتاب اللہ کو اصل اور سنت کو اس کی فرع قرار دیں گے۔ صحابہ کا اس پر اتفاق تھا کہ وہ سب سے پہلے قرآن پر غور کرتے اور جب اس میں کوئی رہنمائی نہ پاتے تو سنت کی طرف رجوع کرتے۔ اور یہی بات معقول ہے۔ ایسے احکام کے بارے میں

www.javedahmadghamidi.com www.almawrid.org

خفي علينا برهة من الدهر.

والقسم الثالث مالا نجد في الكتاب ولكن الزيادة به محتملة. فجعلنا السنة فيه أصلاً مستقلاً.[19]

ہمارا یقین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے اشارات سے ان کو مستنبط کیا، خواہ ان کے وجوہ استنباط ہم پر عرصۂ دراز تک مخفی رہیں۔

تیسری قسم ان احکام کی ہے جن کے متعلق قرآن کی کوئی نص وارد نہیں، البتہ وہ اس اضافے کا متحمل ہے۔ ایسے احکام میں ہم سنت کو مستقل اصل قرار دیں گے۔''

مولانا فراہی کے نزدیک سنت کے حوالے سے صحابہ کا مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی منقول ہو، اس پر ایمان لایا جائے اور اس بات پر یقین رکھا جائے کہ کتاب وسنت میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں:

ومسلك الصحابة الإيمان بكل ماجاء به الرسول، واليقين بأن الكتاب والسنة لا يناقض بعضه بعضاً.[20]

چنانچہ وہ قرآن وسنت کی یکساں اہمیت کو ائمۂ سلف کا مذہب سمجھتے اور ان کے مقام ومرتبے میں کسی تفریق کو یا ان میں سے کسی ایک کے ترک کرنے کو باطل پسندوں اور ملحدوں کے مذہب سے تعبیر کرتے ہیں۔ ''احکام الاصول'' میں لکھتے ہیں:

''سلف اور ائمہ نے اپنے مذہب کی صحت کی بدولت کتاب اور سنت، دونوں کو مضبوطی سے پکڑا۔ یہ نہیں کیا کہ باطل پسندوں اور ملحدوں کی طرح ان میں تفریق کر کے ایک چیز کو ترک کر دیتے۔''[21]

اسی بنا پر وہ متنبہ کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول سے اختلاف سے دور رہنا چاہیے، کیونکہ قرآن و حدیث میں اس کی شدید مخالفت اور برا انجام بیان ہوا ہے:

ولقد حذرنا اللّٰه تعالٰی ورسوله صلی اللّٰه علیه وسلم عن الإختلاف، ودل علی شناعة مغبته في كثير من القرآن والحديث حتی أن المرء يوشك أن يری أنه أعظم المآثم وجماع السيئات.[22]

---

[19] الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۴۔

[20] الفراہی، عبدالحمید، القائد الی عیون العقائد، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۰ء، ص ۱۲۔

[21] ایضاً۔

[22] الفراہی، عبدالحمید، رسائل فی علوم القرآن، اعظم گڑھ: الدائرۃ الحمیدیہ، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۲۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

مولانا امین احسن اصلاحی

مولانا امین احسن اصلاحی نے بیان کیا ہے کہ رسول زمین پر قانون الٰہی کی حاکمیت کا مظہر ہوتا ہے۔ وہ اس ذمہ داری پر مامور ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام کو انسانوں تک پہنچائے۔ لہٰذا اس کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت کے مترادف ہوتی ہے۔ ''تدبر قرآن'' میں لکھتے ہیں:

''اصل حاکمیت اللہ ہی کی ہے لیکن وہ اپنے اذن سے اپنے رسول کو یہ منصب بخشتا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کے امر و نہی سے آگاہ فرمائے اور اس مقصد کے لیے وہ اس کو غلطی اور خطا سے محفوظ فرماتا ہے اس وجہ سے رسول، خدا کی قانونی و تشریعی حاکمیت کا مظہر ہوتا ہے اور اس پر ایمان اور ساتھ ہی اس کی بے چون و چرا اطاعت، خدا پر ایمان اور خدا کی اطاعت کے ہم معنی بن جاتی ہے۔''[23]

اسی استدلال کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول چونکہ خدا کی قانونی و تشریعی حاکمیت کا مظہر ہوتا ہے، اس لیے اہل ایمان کے لیے لازم ہے کہ وہ ہر نزاعی مسئلے میں اُسی کو حکم بنائیں۔ اُن کے نزدیک رسول کی عدالت کو چھوڑ کر کسی اور کی عدالت سے رجوع کرنا کفر اور شرک کے مترادف ہے:

''جب رسول، خدا کی حاکمیت قانونی و تشریعی کا مظہر ہے تو اس امر کی کوئی گنجایش کسی صاحب ایمان کے لیے باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ رسول کی عدالت کو چھوڑ کر اپنے کسی معاملے کو فیصلہ کے لیے طاغوت کی عدالت میں لے جائے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے، وہ اپنی جان پر بہت بڑا ظلم ڈھاتا ہے۔ اس لیے کہ فی الحقیقت یہ چیز خدا کی حاکمیت کا انکار اور بالواسطہ شرک اور کفر کا ارتکاب ہے۔''[24]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اُنھوں نے واضح کیا ہے کہ بحیثیت رسول آپ کی اطاعت کا یہ تقاضا فقط زبان کے اقرار اور عملی اظہار سے پورا نہیں ہوتا، اس کے لیے دل کی اطاعت بھی لازم ہے۔ سورۂ نساء کی آیت ۶۵ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''...اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے درمیان پیدا ہونے والی تمام نزاعات میں تمھی کو حکم نہ مانیں اور پھر ساتھ ہی اُن کے اندر یہ ذہنی تبدیلی نہ واقع ہو جائے کہ وہ تمھارے فیصلے کو بے چون و چرا پورے اطمینان قلب کے ساتھ مانیں اور اپنے آپ کو بلا کسی استثنا و تحفظ کے تمھارے حوالے کر دیں۔ رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت کے ہم معنی ہے، اِس وجہ سے اُس کا حق صرف

۲۳؎ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ج ۲، ص ۳۲۸۔

۲۴؎ ایضاً، ص ۳۲۹۔

ظاہری اطاعت سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ اِس کے لیے دل کی اطاعت بھی شرط ہے۔''[25]

مولانا اصلاحی اس اطاعت کے لازمی نتیجے کے طور پر اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امت کے علم و عمل میں سنت کی روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام کی حیثیت حاصل ہے۔ 'فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ' کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

''(پس اس کو اللہ و رسول کی طرف لوٹاؤ) ظاہر ہے کہ یہ ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک تک ہی کے لیے محدود نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ اس اختلاف کے پیدا ہونے کا غالب امکان تو حضور کی وفات کے بعد ہی تھا اور آیت خود شہادت دے رہی ہے کہ اس کا تعلق مستقبل ہی سے ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور کی وفات کے بعد آپ کی سنت ہی ہے جو آپ کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔''[26]

مولانا اصلاحی نے سورۂ جمعہ کی تفسیر میں نماز جمعہ کے احکام کو سنت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اس نماز کے قیام سے متعلق تمام امور اگرچہ من جانب اللہ ہیں، مگر قرآن ان کے ذکر سے خالی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ان احکام میں سے ہیں جو قرآن کے علاوہ ہیں اور جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے براہ راست امت میں جاری فرمایا ہے۔ اس مثال سے اُن کے نزدیک، مقام نبوت کی یہ شان واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ کے احکام درحقیقت اللہ ہی کے احکام قرار پاتے ہیں، خواہ ان کا حوالہ قرآن میں مذکور ہو یا نہ ہو۔ لکھتے ہیں:

''جمعہ کی نماز، اس کی اذان اور اس کے خطبہ سے متعلق یہاں مسلمانوں کو جو ہدایات دی گئی ہیں اور ان کی ایک غلطی پر جس طرح تنبیہ فرمائی گئی ہے، اس کا انداز شاہد ہے کہ جمعہ کے قیام سے متعلق ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے انجام پائی ہیں، حالانکہ قرآن میں کہیں بھی جمعہ کا کوئی ذکر نہ اس سے پہلے آیا ہے نہ اس کے بعد ہے، بلکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس کے قیام کا اہتمام ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں کو آپ ہی نے اس کے احکام و آداب کی تعلیم دی۔ پھر جب لوگوں سے اس کے آداب ملحوظ رکھنے میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اس پر قرآن نے اس طرح گرفت فرمائی گویا براہ راست اللہ تعالیٰ ہی کے بتائے ہوئے احکام و آداب کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول کے دیے ہوئے احکام بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، ان کا ذکر قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ رسول کی طرف ان کی نسبت کی تحقیق تو ضروری ہے، لیکن نسبت ثابت ہے تو ان کا انکار خود اللہ تعالیٰ کے احکام کا انکار ہے۔

---

[25] اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ج ۲، ص ۳۲۹۔

[26] ایضاً، ص ۳۲۵۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود"[27]

چنانچہ انھوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ثبوت اور حجیت، دونوں اعتبارات سے سنت کو وہی حیثیت حاصل ہے جو قرآن مجید کو حاصل ہے۔ دین میں ان دونوں کا مقام مساوی ہے، کیونکہ ان دونوں کے اجتماع ہی سے دین کی تشکیل ہوتی ہے:

"...سنت مثل قرآن ہے۔ سنت اپنے ثبوت میں بھی ہم پایۂ قرآن ہے۔ اس لیے کہ قرآن امت کے قولی تواتر سے ثابت ہے اور سنت عملی تواتر سے۔ ہم ان دونوں کو مقدم و موخر نہیں کر سکتے اور کسی کو ادنیٰ و اعلیٰ نہیں قرار دے سکتے۔ دونوں دین کے قیام کے لیے یکساں ضروری ہیں۔"[28]

سنت کی تشریحی حیثیت کے حوالے سے مولانا اصلاحی نے علماے سلف ہی کے طریقے پر یہ موقف اختیار کیا ہے کہ دین و شریعت کے باب میں قرآن مجید کے ارشادات کی نوعیت اصول کی ہے۔ جہاں تک فروع اور توضیحات و تفصیلات کا تعلق ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں محصور ہیں۔ چنانچہ دین اپنی کامل صورت میں اسی وقت سامنے آتا ہے جب سنت نبوی کو قرآن مجید کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے۔ اسی بنا پر وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قرآن کی شرح و تفسیر کا حق سب سے بڑھ کر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، لہٰذا آپ کی تفسیر کے مقابلے میں کسی اور کی تفسیر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

"...سنت رسول اللہ درحقیقت کتاب الٰہی کی تشریح و تفسیر ہے۔ جو باتیں قرآن مجید کے اجمالات و اشارات کے اندر چھپی ہوئی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھی باتوں کو واضح فرما دیا ہے۔ اس وجہ سے کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کرنے کی جو ہدایت کی گئی ہے، تو یہ کتاب اللہ ہی کی اس توضیح و تشریح کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جو صحیح طریقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور و منقول ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی توضیح و تشریح کرنے کا حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ کسی کو ہوسکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کی توضیح و تشریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توضیح و تشریح کے مقابل میں لائق قبول ہوسکتی ہے۔"[29]

ایک اور مقام پر خاص احادیث کے بارے میں اُنھوں نے لکھا ہے کہ اِن میں جو کچھ بھی نقل ہوا ہے، وہ سر تا سر تعلیم کتاب ہی کا بیان ہے:

---

27 اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ج۸، ص ۳۸۸۔

28 اصلاحی، امین احسن، مبادی تدبر حدیث، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ص ۳۵۔

29 اصلاحی، امین احسن، مولانا، اسلامی ریاست میں فقہی اختلافات کا حل، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ص ۲۰۔

”آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس حیثیت میں جو کچھ کہا اور کیا ہے، اس کو آپ کے فرائض نبوت کے دائرے سے الگ کس طرح کیا جا سکتا ہے اور اس کی اہمیت کو گھٹایا کس طرح جا سکتا ہے؟ اور پھر اس بات پر غور کیجیے کہ احادیث میں ان چیزوں کے سوا اور کیا ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم کتاب و حکمت ہونے کے بتائی ہیں یا ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔[30]“

اصلاحی صاحب اِس بارے میں بھی پوری طرح واضح ہیں کہ دین و شریعت کی اصطلاحات کے مفہوم و مصداق کی تعیین کا حق فقط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہ فریضہ آپ کے فرائض نبوت میں شامل ہے۔ لکھتے ہیں:

”قرآن مجید اور شریعت کی اصطلاحات کا مفہوم بیان کرنے کا حق صرف صاحب وحی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ آپ جس طرح اس کتاب کے لانے والے تھے، اسی طرح اس کے معلم اور مبین بھی تھے اور یہ تعلیم و تبیین آپ کے فریضۂ رسالت ہی کا ایک حصہ تھی۔“[31]

مولانا اصلاحی نے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۲۹ کی تفسیر میں ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی“ کا عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت یہ واضح کیا ہے کہ اللہ کے رسول کی حیثیت سے آپ کا منصبی فریضہ فقط یہ نہیں تھا کہ آپ کتاب اللہ کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس کے ساتھ آپ کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ آپ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور اس کی شرح و وضاحت فرمائیں۔ قرآن مجید کی اس تعلیم اور اس شرح و وضاحت کے اخبار و روایات، یعنی احادیث کو دین کی حیثیت حاصل ہے اور ان کا انکار قرآن مجید کے انکار کے مترادف ہے۔ لکھتے ہیں:

”یہ خیال بڑا مغالطہ انگیز ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضۂ منصبی بحیثیت رسول کے صرف یہ تھا کہ آپ لوگوں کو قرآن پہنچا دیں۔ قرآن کا پہنچا دینا آپ کے فرائض منصبی کا صرف ایک جزو تھا۔ اس کے علاوہ آپ کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ آپ ایک معلم کی طرح لوگوں کو اس قرآن کی تعلیم دیں، اس کے مضمرات و تضمنات، اس کے اجمالات و اشارات اور اس کے اسرار و حقائق لوگوں پر واضح کر دیں، اس کے عجائب حکمت کے خزانوں تک لوگوں کی رہبری فرمائیں۔ اسی طرح آپ کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ آپ قرآنی حکمت کی روشنی میں افراد اور معاشرہ کی تربیت کے اصول و فروع بھی متعین فرمائیں اور ان اصولوں کے مطابق لوگوں کا تزکیہ بھی کریں۔... یہ سارے کام آپ کے فرائض نبوت میں شامل تھے۔ اس وجہ سے ان مقاصد کے تحت آپ نے جو کچھ بتایا یا جو کچھ کیا، اس سب کو امت نے اسی طرح حسب تعمیل سمجھا، جس طرح قرآن کو سمجھا اور اسی اہمیت کے ساتھ اس کی حفاظت اور اس

۳۰؎ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۵ء، ج ۱، ص ۳۵۴۔

۳۱؎ ایضاً، ص ۳۴۰۔

کے نقل و روایت کا اہتمام کیا۔ اس کے کسی جزو کے متعلق یہ سوال تو اٹھایا جا سکتا ہے کہ اس کا انتساب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پوری صحت کے ساتھ ثابت ہے یا نہیں، لیکن اس کو دین و شریعت سمجھنے سے انکار کرنا خود قرآن مجید کے انکار کے ہم معنی ہے۔''[۳۲]

جناب جاوید احمد غامدی

جناب جاوید احمد غامدی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی اطاعت اور دین میں آپ کے مقام و مرتبے کے حوالے سے اُسی موقف پر قائم ہیں جس پر تمام علماے سلف اور اُن کے پیش رو فراہی و اصلاحی کھڑے ہیں۔ چنانچہ وہ آپ کے وجود کو کمال انسانیت کا مظہر اتم اور زمین پر خدا کی عدالت کہتے، آپ کی ہستی کو عقیدت اور اطاعت، دونوں کا مرکز مانتے اور آپ کے احکام کی بے چون و چرا تعمیل کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ دین کو آپ کی ذات میں منحصر سمجھتے اور اِس بنا پر آپ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کو قیامت تک کے لیے حجت تسلیم کرتے ہیں۔ ماخذ دین کی بحث میں اُنھوں نے ''دین کا تنہا ماخذ'' کی جو منفرد تعبیر اختیار کی ہے، اُس سے حصول دین کا سارا رخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف منتقل ہو گیا ہے اور آپ کے وجود پر دین کا انحصار رائج تعبیرات کے مقابلے میں زیادہ نمایاں اور زیادہ مرتکز ہو کر سامنے آیا ہے۔[۳۳] دین اسلام پر اپنی کتاب ''میزان'' کا آغاز کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''دین اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اُس نے پہلے انسان کی فطرت میں الہام فرمائی اور اِس کے بعد اُس کی تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسان کو دی ہے۔ اِس سلسلہ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ دین کا تنہا ماخذ اِس زمین پر اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات والا صفات ہے۔''[۳۴]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو دین کا تنہا ماخذ تسلیم کرنے کے لازمی نتیجے کے طور پر وہ تمام تر دین کو آپ کے قول و فعل اور تقریر و تصویب پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ درج بالا مقدمے کو آگے بڑھاتے ہوئے اُنھوں نے لکھا ہے:

''یہ صرف اُنھی (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو اُن کے پروردگار کی ہدایت میسر ہو سکتی اور یہ صرف اُنھی کا مقام ہے کہ اپنے قول و فعل اور تقریر و تصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں،

۳۲؎ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء، ج ۱، ص ۳۵۴۔

۳۳؎ اصول اور احکام کی کتابوں میں دین و شریعت کے بالعموم چار ماخذ بیان کیے گئے ہیں: قرآن، سنت، اجماع اور قیاس۔

۳۴؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۳۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وہی اب رہتی دنیا تک دین حق قرار پائے۔[35]"

یہی وجہ ہے کہ اُن کے نزدیک اخذ دین کی ترتیب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مقدم اور قرآن وسنت کا موخر ہے اور آپ کی حیثیت ماخذ ومصدر کی اور قرآن وسنت کی نوعیت اس سے پھوٹنے والی دو الگ الگ صورتوں کی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی وعملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں ہم تک پہنچا ہے: ۱۔قرآن مجید ۲۔سنت۔[36]"

غامدی صاحب کے تمام تر دینی فکر کا مدار اسی اصولی مقدمے پر قائم ہے۔حدیث وسنت کی حجیت کی بحث بھی اسی مرکزی نکتے کے گرد گھومتی ہے۔اس بحث کے بنیادی نکات کو اگر ہم اُن کی تحریروں سے اخذ کرنا چاہیں تو وہ درج ذیل ہیں:

۱۔غامدی صاحب کے نزدیک ایمان بالرسالت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے رسول کی مکمل اطاعت کی جائے، کیونکہ رسول صرف عقیدت کا مرکز نہیں، بلکہ اس کے ساتھ اطاعت کا مرکز بھی ہوتا ہے۔ اُس کے منصب کا تقاضا ہے کہ اُسے فقط منذر اور مذکر کے طور پر نہیں، بلکہ واجب الاطاعت ہادی کی حیثیت سے قبول کیا جائے اور زندگی کے ہر معاملے میں اُس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔لکھتے ہیں:

"...نبی صرف عقیدت ہی کا مرکز نہیں، بلکہ اطاعت کا مرکز بھی ہوتا ہے۔وہ اِس لیے نہیں آتا کہ لوگ اُس کو نبی اور رسول مان کر فارغ ہو جائیں۔اُس کی حیثیت صرف ایک واعظ وناصح کی نہیں، بلکہ ایک واجب الاطاعت ہادی کی ہوتی ہے۔اُس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں جو ہدایت وہ دے، اُس کی بے چون وچرا تعمیل کی جائے۔[37]"

وہ اطاعت رسول کو محض رسمی اور قانونی ضرورت کے طور پر بیان نہیں کرتے، بلکہ خلوص ومحبت اور عقیدت واحترام کے جذبات کو بھی اس کا لازمی حصہ قرار دیتے ہیں:

"...یہ اطاعت کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔قرآن کا مطالبہ ہے کہ یہ اتباع کے جذبے سے اور پورے اخلاص، پوری محبت اور انتہائی عقیدت واحترام سے ہونی چاہیے۔انسان کو خدا کی محبت اِسی اطاعت اور اِسی اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت خود بھی مختلف طریقوں سے واضح فرمائی ہے۔ایک روایت

۳۵؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۳۔

۳۶؎ ایضاً۔

۳۷؎ ایضاً، ص ۱۴۴۔

میں آپ کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ کسی شخص کا ایمان اُس وقت تک متحقق نہیں ہوسکتا، جب تک وہ مجھے اپنے باپ بیٹوں اور دوسرے تمام لوگوں سے عزیز تر نہ رکھے۔"[38]

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اس بنا پر آپ کے قول و فعل کی حجیت کو آپ کے زمانے تک محدود نہیں سمجھتے، بلکہ اُسے ابدی مانتے ہیں اور اسے کسی کی رائے کے طور پر نہیں، بلکہ قرآن کے فیصلے کے طور پر قبول کرتے ہیں:

"...قرآن اِس معاملے میں بالکل واضح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ہدایات قیامت تک کے لیے اُسی طرح واجب الاطاعت ہیں، جس طرح خود قرآن واجب الاطاعت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے محض نامہ بر نہیں تھے کہ اس کی کتاب پہنچا دینے کے بعد آپ کا کام ختم ہو گیا۔ رسول کی حیثیت سے آپ کا ہر قول و فعل بجائے خود قانونی سند و حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کو یہ مرتبہ کسی امام و فقیہ نے نہیں دیا ہے، خود قرآن نے آپ کا یہی مقام بیان کیا ہے۔"[39]

آپ کے قول و فعل کی قانونی سند و حجت کی بنا پر وہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں شریعت دینے کا حق صرف رسول اللہ کو حاصل ہے اور آپ کی دی ہوئی شریعت میں کسی انسان کو، خواہ وہ ابوبکر و عمر جیسا بلند پایہ ہی کیوں نہ ہو، تغیر و تبدل کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

"اِس زمین پر قیامت تک کے لیے یہ حق صرف محمد رسول اللہ کو حاصل ہے کہ وہ کسی چیز کو شریعت قرار دیں، اور جب اُن کی طرف سے کوئی چیز شریعت قرار پا جائے تو پھر صدیق و فاروق بھی اُس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کر سکتے۔"[40]

۲۔ غامدی صاحب کا موقف ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا وجوب قیامت تک کے لیے ہے۔ اپنی حیات مبارکہ میں آپ بنفس نفیس مرجع اطاعت تھے اور اب یہ مقام و مرتبہ قرآن وسنت کو حاصل ہے۔ حکومت و ریاست کی اطاعت انھی کی اطاعت کے ماتحت ہے۔ لہٰذا حکمرانوں سے اختلاف تو ہوسکتا ہے، مگر قرآن وسنت سے اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔ حکمرانوں سے اختلاف کی صورت میں بھی فیصلے کے لیے قرآن وسنت ہی کو حکم کی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک مسلمان اپنی ریاست میں قرآن وسنت کے خلاف یا اِن کی رہنمائی کو نظر انداز کر کے کوئی قانون سازی نہیں کر سکتے:

۳۸؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ایضاً ص ۱۴۵۔

۳۹؎ غامدی، جاوید احمد، برہان، لاہور: المورد، ۲۰۰۸ء، ص ۳۸۔

۴۰؎ ایضاً ص ۱۳۸۔

”... اللہ و رسول کی یہ حیثیت ابدی ہے، لہٰذا جن معاملات میں بھی کوئی حکم اُنھوں نے ہمیشہ کے لیے دے دیا ہے، اُن میں مسلمانوں کے اولی الامر کو، خواہ وہ ریاست کے سربراہ ہوں یا پارلیمان کے ارکان، اب قیامت تک اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اولی الامر کے احکام اِس اطاعت کے بعد اور اِس کے تحت ہی مانے جا سکتے ہیں۔ اِس اطاعت سے پہلے یا اِس سے آزاد ہو کر اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمان اپنی ریاست میں کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتے جو اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہو یا جس میں اُن کی ہدایت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ اہل ایمان اپنے اولی الامر سے اختلاف کا حق بے شک، رکھتے ہیں، لیکن اللہ اور رسول سے کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا، بلکہ اِس طرح کا کوئی معاملہ اگر اولی الامر سے بھی پیش آ جائے اور اُس میں قرآن و سنت کی کوئی ہدایت موجود ہو تو اُس کا فیصلہ لازماً اُس ہدایت کی روشنی ہی میں کیا جائے گا۔[41]“

۳۔ غامدی صاحب حدیث و سنت کے ایک حصے کو دین کے ایسے مستقل بالذات جز کے طور پر قبول کرتے ہیں جس کی ابتدا قرآن سے نہیں ہوئی[42] اور جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اہتمام، پوری حفاظت اور پوری قطعیت کے

---

[41] غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۴۸۴۔

[42] یہاں یہ واضح رہے کہ غامدی صاحب قرآن مجید اور حدیث و سنت میں مذکور احکام کو اُن کی اصل اور شرح و فرع کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ اُن احکام پر مشتمل ہے جو اصلاً اور ابتداءً قرآن میں مذکور ہیں اور حدیث و سنت میں اُن کی شرح و فرع اور تاکید بیان ہوئی ہے۔ دوسرے حصے میں وہ احکام شامل ہیں جو اصلاً اور ابتداءً سنت میں بیان ہوئے ہیں اور قرآن میں اُن کا ذکر تاکیداً یا کسی اور ضرورت کے تحت آیا ہے۔ اس کی وضاحت اُنھوں نے ”میزان“ میں ”مبادی تدبر سنت“ کے زیر عنوان اِن الفاظ میں کی ہے: ”عملی نوعیت کی وہ چیزیں بھی سنت نہیں ہو سکتیں جن کی ابتدا پیغمبر کے بجائے قرآن سے ہوئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم ہے کہ آپ نے چوروں کے ہاتھ کاٹے ہیں، زانیوں کو کوڑے مارے ہیں، اوباشوں کو سنگ سار کیا ہے، منکرین حق کے خلاف تلوار اٹھائی ہے، لیکن اِن میں سے کسی چیز کو بھی سنت نہیں کہا جاتا۔ یہ قرآن کے احکام ہیں جو ابتداءً اُسی میں وارد ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعمیل کی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی کا حکم بھی اگرچہ جگہ جگہ قرآن میں آیا ہے اور اُس نے اِن میں بعض اصلاحات بھی کی ہیں، لیکن یہ بات خود قرآن ہی سے واضح ہو جاتی ہے کہ اِن کی ابتدا پیغمبر کی طرف سے دین ابراہیمی کی تجدید کے بعد اُس کی تصویب سے ہوئی ہے۔ اِس لیے یہ لازماً سنن ہیں جنھیں قرآن نے موکد کر دیا ہے۔ کسی چیز کا حکم اگر اصلاً قرآن پر مبنی ہے اور پیغمبر نے اُس کی وضاحت فرمائی ہے یا اُس پر طابق النعل بالنعل عمل کیا ہے تو پیغمبر کے اِس قول و فعل کو ہم سنت نہیں، بلکہ قرآن کی تفہیم و تبیین اور اسوۂ حسنہ سے تعبیر کریں گے۔ سنت صرف اُنھی چیزوں کو کہا جائے گا جو اصلاً پیغمبر کے قول و فعل اور تقریر و

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

ساتھ امت کو منتقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''سنت کی حیثیت دین میں مستقل بالذات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِسے پورے اہتمام، پوری حفاظت اور پوری قطعیت کے ساتھ انسانوں تک پہنچانے کے مکلّف تھے۔''[43]

چنانچہ اُنھوں نے اپنی کتاب میں اُن تمام اجزاے دین کی سنن ہی کی حیثیت سے فہرست بندی کی ہے جو امت کی علمی و عملی روایت میں عبادت، معاشرت، خورونوش اور رسوم و آداب کے دائرے میں مراسم دین کے طور پر مسلم رہے ہیں۔ یہ فہرست درج ذیل ہے:

''اِس (سنت کے) ذریعے سے جو دین ہمیں ملا ہے، وہ یہ ہے:[44]

عبادات

۱۔ نماز۔ ۲۔ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر۔ ۳۔ روزہ و اعتکاف۔ ۴۔ حج و عمرہ۔ ۵۔ قربانی اور ایام تشریق کی تکبیریں۔

معاشرت

۱۔ نکاح و طلاق اور اُن کے متعلقات۔ ۲۔ حیض و نفاس میں زن و شو کے تعلق سے اجتناب۔

خورونوش

۱۔ سؤر، خون، مردار اور خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کی حرمت۔ ۲۔ اللہ کا نام لے کر جانوروں

تصویب پر مبنی ہیں اور اُنھیں قرآن کے کسی حکم پر عمل یا اُس کی تفہیم و تبیین قرار نہیں دیا جا سکتا۔'' (میزان، ص ۵۸)

۴۳؎ غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور: المورد، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۳۔

۴۴؎ واضح رہے کہ ان میں سے بعض سنن، مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج و عمرہ وغیرہ کو بیش تر علماے امت آیات قرآنی کی تبیین پر محمول کرتے ہیں۔ یعنی یہ احکام اصلاً قرآن میں وارد ہوئے ہیں اور سنت نے ان کی تشریح و تفصیل کی ہے۔ غامدی صاحب کا موقف اس کے برعکس ہے۔ اُن کے نزدیک ان کی حیثیت مستقل بالذات سنن کی ہے جن کی ابتدا قرآن سے نہیں ہوئی۔ قرآن میں ان کا ذکر اصل حکم کے طور پر نہیں، بلکہ تاکید کے لیے یا کسی اور ضرورت کے تحت آیا ہے۔ بالبداہت واضح ہے کہ علما اور غامدی صاحب کے اس اختلاف کا تعلق بات کی پیشکش اور استدلال کی ترتیب سے ہے، نتیجے سے ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ غامدی صاحب انھیں دیگر علماے امت ہی کی طرح واجب العمل سنن کی حیثیت سے دین کا لازمی حصہ مانتے ہیں۔ اس ضمن میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سنت کا مرتبہ اُن کے نزدیک اُس مرتبے سے بھی زیادہ ہے جو دیگر علماے امت اُسے دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر علماے امت مذکورہ سنن کو قرآن کے تابع اور اُس کی شرح و فرع کے مقام پر رکھتے ہیں، جبکہ غامدی صاحب انھیں اُس کے مساوی سمجھتے ہیں اور اُس سے منفرد حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔

کا تذکیہ۔

رسوم و آداب

۱۔ اللہ کا نام لے کر اور دائیں ہاتھ سے کھانا پینا۔ ۲۔ ملاقات کے موقع پر 'السلام علیکم' اور اُس کا جواب۔ ۳۔ چھینک آنے پر 'الحمدللہ' اور اُس کے جواب میں 'یرحمک اللہ'۔ ۴۔ مونچھیں پست رکھنا۔ ۵۔ زیر ناف کے بال کاٹنا۔ ۶۔ بغل کے بال صاف کرنا۔ ۷۔ بڑھے ہوئے ناخن کاٹنا۔ ۸۔ لڑکوں کا ختنہ کرنا۔ ۹۔ ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی۔ ۱۰۔ استنجا۔ ۱۱۔ حیض و نفاس کے بعد غسل۔ ۱۲۔ غسل جنابت۔ ۱۳۔ میت کا غسل۔ ۱۴۔ تجہیز و تکفین۔ ۱۵۔ تدفین۔ ۱۶۔ عیدالفطر۔ ۱۷۔ عیدالاضحیٰ۔[۴۵]

گویا ان کے نزدیک ان تمام اجزاے دین کا ماخذ قرآن نہیں، بلکہ سنت ہے۔

۴۔ غامدی صاحب قرآن مجید کی تبیین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منصبی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور اس اعتبار سے آپ کے مقام کو مامور من اللہ مبین کتاب کی حیثیت سے قبول کرتے ہیں۔ سورۂ نحل کی آیت تبیین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''آیت کا مدعا یہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنا یہ فرمان محض اِس لیے پیغمبر کی وساطت سے نازل کیا ہے کہ وہ لوگوں کے لیے اُس کی تبیین کرے۔ گویا 'تبیین' یا 'بیان' پیغمبر کی منصبی ذمہ داری بھی ہے اور اُس کے لازمی نتیجے کے طور پر اُس کا حق بھی جو اُسے خود پروردگار عالم نے دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر مامور من اللہ 'مبین کتاب' ہے۔''[۴۶]

اسی بنا پر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے عالم تھے اور اس اعتبار سے آپ کو یہ امتیازی حیثیت حاصل تھی کہ وحی الٰہی کی تائید و تصویب کی بدولت آپ کا علم ہر خطا سے پاک تھا۔ لکھتے ہیں:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر تھے، اِس لیے دین کے سب سے پہلے اور سب سے بڑے عالم، بلکہ سب عالموں کے امام بھی آپ ہی تھے۔ دین کے دوسرے عالموں سے الگ آپ کے علم کی ایک خاص بات یہ تھی کہ آپ کا علم بے خطا تھا، اِس لیے کہ اُس کو وحی کی تائید و تصویب حاصل تھی۔''[۴۷]

۴۵؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۱۴۔

۴۶؎ غامدی، جاوید احمد، برہان، لاہور: المورد، ۲۰۰۸ء، ص ۴۰۔

۴۷؎ غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور: المورد، ۲۰۱۴ء، ص ۱۶۳۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۵۔ غامدی صاحب کے نزدیک روایات میں منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات تفہیم وتبیین کی حیثیت رکھتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی نسبت کی تحقیق کے بعد ان کی پیروی ایمان کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے معمولی اختلاف بھی ایمان کے منافی ہے۔ لکھتے ہیں:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات بھی دین کی حیثیت سے روایتوں میں نقل ہوئے ہیں، اُن میں سے بعض کو میں نے ”تفہیم وتبیین“ اور بعض کو ”اسوۂ حسنہ“ کے ذیل میں رکھا ہے۔ یہی معاملہ عقائد کی تعبیر کا ہے۔ اِس سلسلہ کی جو چیزیں روایتوں میں آئی ہیں، وہ سب میری کتاب ”میزان“ کے باب ”ایمانیات“ میں دیکھ لی جا سکتی ہیں۔ یہ بھی ”تفہیم وتبیین“ ہے۔ علمی نوعیت کی جو چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے نقل ہوئی ہیں، اُن کے لیے صحیح لفظ میرے نزدیک یہی ہے۔ آپ سے نسبت متحقق ہو تو اس نوعیت کے ہر حکم، ہر فیصلے اور ہر تعبیر کو میں حجت سمجھتا ہوں۔ اِس سے ادنیٰ اختلاف بھی میرے نزدیک ایمان کے منافی ہے۔[۴۸]“

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اس تفصیل سے واضح ہے کہ مدرسۂ فراہی حدیث وسنت کو من جملۂ دین قرار دیتا اور اِن کی حجیت کو پوری طرح تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دین میں مطاع کی حیثیت کو تسلیم کرنے اور اس بنا پر آپ کے قول وفعل اور تقریر وتصویب کو واجب الاطاعت ماننے، حدیث وسنت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام سمجھنے اور ان کی تشریعی اور تشریحی حیثیتوں کو تسلیم کرنے اور ان کے انکار کو دین وایمان کے منافی تصور کرنے کے حوالے سے یہ اُسی موقف کا علم بردار ہے جس پر امت گذشتہ چودہ سو سال سے کاربند ہے۔ اس کا علمی وفکری اثاثہ اِس موقف پر واقعاتی شہادت کی حیثیت رکھتا ہے جس کی تردید علم واستدلال کے دائرے میں ناممکن ہے۔ دین اسلام پر اس کی نمایندہ کتاب ”میزان“ اِس امر کا واضح ثبوت ہے جس میں نماز، زکوٰۃ، روزہ، اعتکاف، حج، عمرہ، عید، نکاح، طلاق، تذکیہ، غسل، تجہیز وتکفین اور اِس نوعیت کے دیگر مجمع علیہ مراسم دین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ سنن ہی کے طور پر مشروع قرار دیا گیا ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ دین کی شرح وفرع کے ضمن میں کم وبیش بارہ سو احادیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ بطور مثال اِن میں سے چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بلیغ اسلوب میں اِس کی وضاحت اِس طرح فرمائی ہے: ”احسان“ یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اِس طرح کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ اِس لیے کہ اگر تم اُسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے۔“ (مسلم، رقم ۹۳[۴۹])

۴۸؎ غامدی، جاوید احمد، مقامات، لاہور: المورد، ۲۰۱۴ء، ص ۱۵۱۔

۴۹؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۷۸۔

۲۔ ''قرآن کی اِس تعلیم کا سب سے موثر بیان وہ ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے اُن لوگوں کا فیصلہ کیا جائے گا جو قرآن کے عالم تھے یا جہاد میں مارے گئے یا جنھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا۔''[۵۰]

۳۔ ''یہی تصویریں ہیں جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع قرار دیا ہے۔''[۵۱]

۴۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِسی مقصد سے عورتوں کے تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنے، مردوں کے پاس تنہا بیٹھنے، یا اُن کے ساتھ تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا۔'' (ابوداؤد، رقم ۴۱۷۳)[۵۲]

۵۔ ''قرآن کا یہ منشا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف مواقع پر واضح فرمایا ہے: سیدہ عائشہ کی روایت ہے کہ حضور نے فرمایا: ایک دو گھونٹ اتفاقاً پی لیے جائیں تو اِس سے کوئی رشتہ حرام نہیں ہو جاتا۔'' (مسلم، رقم ۳۵۹۰)[۵۳]

۶۔ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے اولیا پر واضح کر دیا ہے کہ اُس کے بارے میں وہ کوئی فیصلہ اُس کی اجازت کے بغیر نہ کریں، ورنہ عورت چاہے گی تو اُن کا یہ فیصلہ رد کر دیا جائے گا۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ کا نکاح اُس سے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کی اجازت ضروری ہے۔ لوگوں نے پوچھا: اُس کی اجازت کیسے ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ خاموش رہے تو یہی اجازت ہے۔'' (بخاری، رقم ۶۹۶۸)[۵۴]

۷۔ ''عورت کو جسمانی سزا دی جائے۔ یہ سزا، ظاہر ہے کہ اتنی ہی ہو سکتی ہے جتنی کوئی معلم اپنے زیرِ تربیت شاگردوں کو یا کوئی باپ اپنی اولاد کو دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی حد 'غیر مبرح' کے الفاظ سے متعین فرمائی ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ ایسی سزا نہ دی جائے جو کوئی پایے دار اثر چھوڑے۔'' (مسلم، رقم ۲۹۵۰)[۵۵]

۸۔ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِسی بنا پر ماں کا حق باپ کے مقابل میں تین درجے زیادہ قرار دیا ہے۔'' (بخاری، رقم ۵۹۷۱۔ مسلم، رقم ۶۵۰۰)[۵۶]

۵۰؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۲۰۱۔

۵۱؎ ایضاً، ص ۲۰۸۔

۵۲؎ ایضاً، ص ۲۲۷۔

۵۳؎ ایضاً، ص ۴۱۳۔

۵۴؎ ایضاً، ص ۴۱۸۔

۵۵؎ ایضاً، ص ۴۲۱۔

۵۶؎ ایضاً، ص ۴۲۱۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

۹۔ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی جو صورتیں، اپنے زمانے میں ممنوع قرار دیں، وہ یہ ہیں: چیزیں بیچنا، اِس سے پہلے کہ وہ قبضے میں آئیں۔ (بخاری، رقم ۲۱۳۲) اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی ایسی چیز بیچنا جس میں عیب ہو، اِلّا یہ کہ اُسے واضح کر دیا جائے۔'' (ابن ماجہ، رقم ۲۲۴۶)[57]

۱۰۔ ''چنانچہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے اور کھلانے والے، دونوں پر لعنت کی ہے۔'' (بخاری، رقم ۵۳۴۷)[58]

[باقی]

۵۷؎ غامدی، جاوید احمد، میزان، لاہور: المورد، ۲۰۱۵ء، ص ۵۰۲۔

۵۸؎ ایضاً، ص ۵۰۷۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سید ابوالاعلیٰ مودودی

فطرت کا حاسۂ اخلاق

[سورۂ دہر کی آیت ۳ کی تفسیر میں ''تفہیم القرآن'' سے اقتباس]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا. (الدہر ۷۶:۳)

''ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔''

یعنی ہم نے اسے محض علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے اور کفر کا راستہ کون سا، اور اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے، اس کا ذمہ دار وہ خود ہو۔ سورۂ بلد میں یہی مضمون ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے: 'وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ'، ''اور ہم نے اسے دونوں راستے (یعنی خیر و شر کے راستے) نمایاں کر کے بتا دیے''۔ اور سورۂ شمس میں یہی بات اس طرح بیان کی گئی ہے 'وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا'، ''اور قسم ہے (انسان کے) نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے (تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ) استوار کیا، پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ، دونوں اس پر الہام کر دیے''۔ ان تمام تصریحات کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے، اور ساتھ ساتھ قرآن مجید کے ان تفصیلی بیانات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے دنیا میں کیا کیا انتظامات کیے ہیں، تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں ''راستہ دکھانے'' سے مراد رہنمائی کی کوئی ایک ہی صورت نہیں ہے، بلکہ بہت سی صورتیں ہیں جن کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر:

(۱) ہر انسان کو علم و عقل کی صلاحیتیں دینے کے ساتھ ایک اخلاقی حس بھی دی گئی ہے جس کی بدولت وہ فطری طور پر بھلائی اور برائی میں امتیاز کرتا ہے، بعض افعال اور اوصاف کو برا جانتا ہے اگر چہ وہ خود ان میں مبتلا ہو، اور بعض

افعال واوصاف کو اچھا جانتا ہے اگر چہ وہ خود ان سے اجتناب کر رہا ہو۔ حتیٰ کہ جن لوگوں نے اپنی اغراض وخواہشات کی خاطر ایسے فلسفے گھڑ لیے ہیں جن کی بنا پر بہت سی برائیوں کو انھوں نے اپنے لیے حلال کر لیا ہے، ان کا حال بھی یہ ہے کہ وہی برائیاں اگر کوئی دوسرا ان کے ساتھ کرے تو وہ اس پر چیخ اٹھتے ہیں اور اس وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنے جھوٹے فلسفوں کے باوجود حقیقت میں وہ ان کو برا ہی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح نیک اعمال واوصاف کو خواہ کسی نے جہالت اور حماقت اور دقیانوسیت ہی قرار دے رکھا ہو، لیکن جب کسی انسان سے خود اس کی ذات کو کسی نیک سلوک کا فائدہ پہنچتا ہے تو اس کی فطرت اسے قابل قدر سمجھنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

(۲) ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ضمیر (نفس لوامہ) نام کی ایک چیز رکھ دی ہے جو اسے ہر اس موقع پر ٹوکتی ہے جب وہ کوئی برائی کرنے والا ہو یا کر رہا ہو یا کر چکا ہو۔ اس ضمیر کو خواہ انسان کتنی ہی تھپکیاں دے کر سلائے، اور اس کو بے حس بنانے کی چاہے کتنی ہی کوشش کر لے، لیکن وہ اسے بالکل فنا کر دینے پر قادر نہیں ہے۔ وہ دنیا میں ڈھیٹ بن کر اپنے آپ کو قطعی بے ضمیر ثابت کر سکتا ہے، وہ حجتیں بگھار کر دنیا کو دھوکا دینے کی بھی ہر کوشش کر سکتا ہے، وہ اپنے نفس کو بھی فریب دینے کے لیے اپنے افعال کے لیے بے شمار عذرات تراش سکتا ہے، مگر اس کے باوجود اللہ نے اس کی فطرت میں جو محاسب بٹھا رکھا ہے وہ اتنا جان دار ہے کہ کسی برے انسان سے یہ بات چھپی نہیں رہتی کہ وہ حقیقت میں کیا ہے۔ یہی بات ہے جو سورۂ قیامہ میں فرمائی گئی ہے کہ ''انسان خود اپنے آپ کو خوب جانتا ہے خواہ وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے'' (آیت ۱۵)۔

(۳) انسان کے اپنے وجود میں اور اس کے گرد وپیش زمین سے لے کر آسمان تک ساری کائنات میں ہر طرف ایسی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جو خبر دے رہی ہیں کہ یہ سب کچھ کسی خدا کے بغیر نہیں ہو سکتا، نہ بہت سے خدا اس کارخانۂ ہستی کے بنانے والے اور چلانے والے ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح آفاق اور انفس کی یہی نشانیاں قیامت اور آخرت پر بھی صریح دلالت کر رہی ہیں۔ انسان اگر ان سے آنکھیں بند کر لے یا اپنی عقل سے کام لے کر ان پر غور نہ کرے یا جن حقائق کی نشان دہی یہ کر رہی ہیں ان کو تسلیم کرنے سے جی چرائے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تو حقیقت کی خبر دینے والے نشانات اس کے سامنے رکھ دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

(۴) انسان کی اپنی زندگی میں، اس کی ہم عصر دنیا میں، اور اس سے پہلے گزری ہوئی تاریخ کے تجربات میں بے شمار واقعات ایسے پیش آتے ہیں اور آتے رہے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ ایک بالاتر حکومت اس پر اور ساری کائنات پر فرماں روائی کر رہی ہے، جس کے آگے وہ بالکل بے بس ہے، جس کی مشیت ہر چیز پر غالب ہے، اور جس

کی مدد کا وہ محتاج ہے۔ یہ تجربات و مشاہدات صرف خارج ہی میں اس حقیقت کی خبر دینے والے نہیں ہیں، بلکہ انسان کی اپنی فطرت میں بھی اس بالاتر حکومت کے وجود کی شہادت موجود ہے جس کی بنا پر بڑے سے بڑا دہریہ بھی براوقت آنے پر خدا کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا دیتا ہے، اور سخت سے سخت مشرک بھی سارے جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو پکارنے لگتا ہے۔

(۵) انسان کی عقل اور اس کی فطرت قطعی طور پر حکم لگاتی ہے کہ جرم کی سزا اور عمدہ خدمات کا صلہ ملنا ضروری ہے۔ اسی بنا پر تو دنیا کے ہر معاشرے میں عدالت کا نظام کسی نہ کسی صورت میں قائم کیا جاتا ہے اور جن خدمات کو قابل تحسین سمجھا جاتا ہے ان کا صلہ دینے کی بھی کوئی نہ کوئی شکل اختیار کی جاتی ہے۔ یہ اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ اخلاق اور قانون مکافات کے درمیان ایک ایسا لازمی تعلق ہے جس سے انکار کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اب اگر یہ مسلم ہے کہ اس دنیا میں بے شمار جرائم ایسے ہیں جن کی پوری سزا تو درکنار سرے سے کوئی سزا ہی نہیں دی جاسکتی، اور بے شمار خدمات بھی ایسی ہیں جن کا پورا صلہ تو کیا، کوئی صلہ بھی خدمت کرنے والے کو نہیں مل سکتا، تو آخرت کو ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، الّا یہ کہ کوئی بے وقوف یہ فرض کر لے یا کوئی ہٹ دھرم یہ رائے قائم کرنے پر اصرار کرے کہ انصاف کا تصور رکھنے والا انسان ایک ایسی دنیا میں پیدا ہو گیا ہے جو بجائے خود انصاف کے تصور سے خالی ہے۔ اور پھر اس سوال کا جواب اس کے ذمہ رہ جاتا ہے کہ ایسی دنیا میں پیدا ہونے والے انسان کے اندر یہ انصاف کا تصور آخر آ کہاں سے گیا؟

(۶) ان تمام ذرائع رہنمائی کی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی صریح اور واضح رہنمائی کے لیے دنیا میں انبیاء بھیجے اور کتابیں نازل کیں جن میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ شکر کی راہ کون سی ہے اور کفر کی راہ کون سی اور ان دونوں راہوں پر چلنے کے نتائج کیا ہیں۔ انبیاء اور کتابوں کی لائی ہوئی یہ تعلیمات، بے شمار محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے اتنے بڑے پیمانے پر ساری دنیا میں پھیلی ہیں کہ کوئی انسانی آبادی بھی خدا کے تصور، آخرت کے تصور، نیکی اور بدی کے فرق، اور ان کے پیش کردہ اخلاقی اصولوں اور قانونی احکام سے ناواقف نہیں رہ گئی ہے، خواہ اسے یہ معلوم ہو یا نہ ہو کہ یہ علم اسے انبیاء اور کتابوں کی لائی ہوئی تعلیمات ہی سے حاصل ہوا ہے۔ آج جو لوگ انبیاء اور کتابوں کے منکر ہیں، یا ان سے بالکل بے خبر ہیں، وہ بھی ان بہت سی چیزوں کی پیروی کر رہے ہیں جو دراصل انھی کی تعلیمات سے چھن چھن کر ان تک پہنچی ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ ان چیزوں کا اصل ماخذ کون سا ہے۔

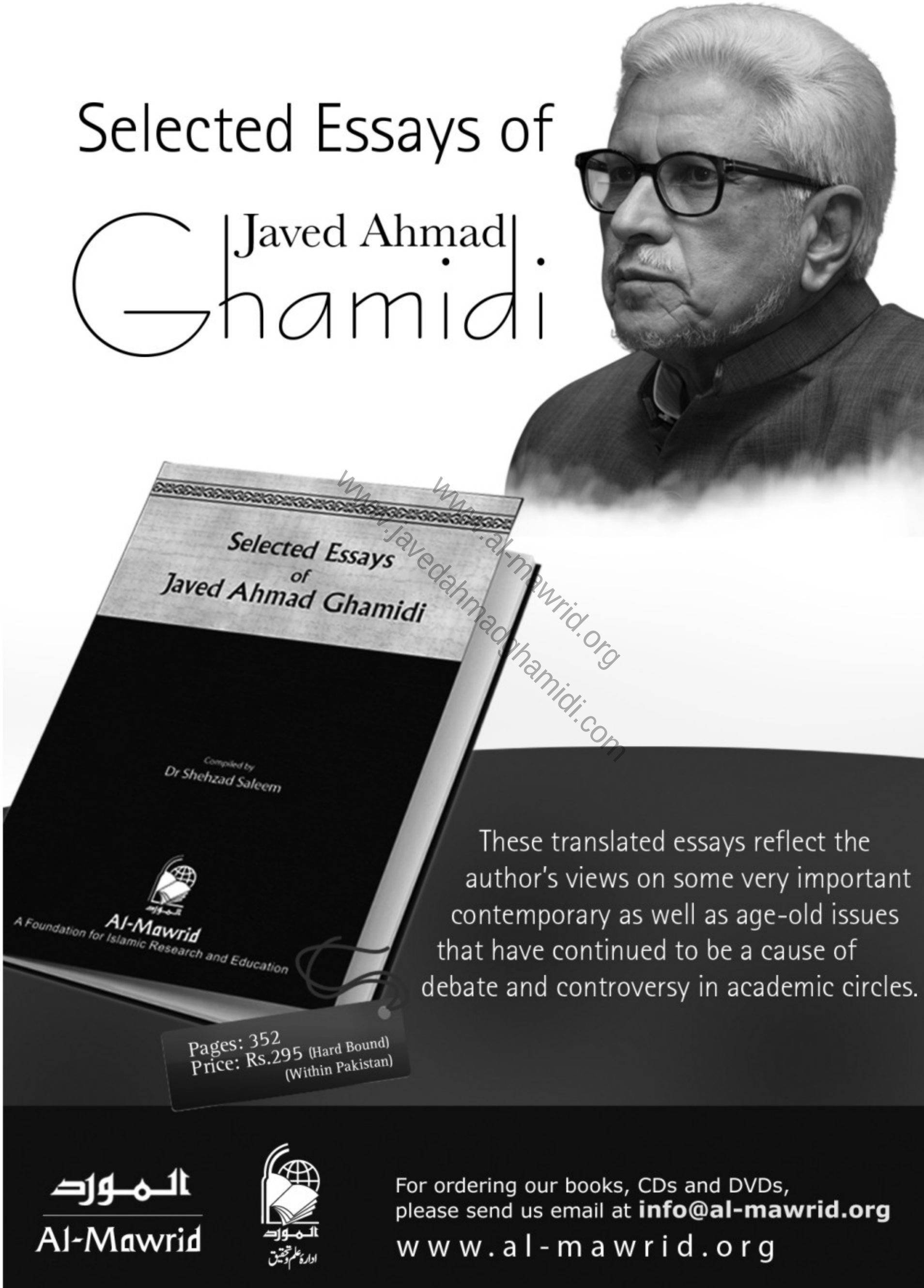
Selected Essays of
Javed Ahmad
Ghamidi
Selected Essays of Javed Ahmad Ghamidi
Compiled by
Dr Shehzad Saleem
Al-Mawrid
A Foundation for Islamic Research and Education
www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com
These translated essays reflect the author's views on some very important contemporary as well as age-old issues that have continued to be a cause of debate and controversy in academic circles.
Pages: 352
Price: Rs.295 (Hard Bound)
(Within Pakistan)
المورد
Al-Mawrid
ادارۂ علم و تحقیق
For ordering our books, CDs and DVDs,
please send us email at info@al-mawrid.org
www.al-mawrid.org

سیر وسوانح

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت ابوسبرہ بن ابورہم رضی اللہ عنہ

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حضرت ابوسبرہ بن ابورہم کا شمار ’السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ‘* میں ہوتا ہے۔ان کا تعلق قریش کی گوت بنوعامر بن لؤی سے تھا۔عبدالعزیٰ بن ابوقیس ان کے دادا اور قبیلہ کے سربراہ عامر بن لؤی آٹھویں جد تھے۔نویں جد لؤی بن غالب پر حضرت ابوسبرہ کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ مبارکہ سے جا ملتا ہے۔لؤی آپ کے بھی نویں جد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب حضرت ابوسبرہ کی والدہ تھیں۔ برہ ابوسلمہ بن عبدالاسد کی والدہ بھی تھیں،اس طرح ابوسلمہ حضرت ابوسبرہ کے ماں شریک بھائی ہوئے۔

بعثت کے بعد تین سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخفی رہ کر اسلام کی دعوت دی۔ جب اللہ کی طرف سے اذن ہوا: ’’فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ‘‘، ’’(اے رسول)،آپ کو دعوت دین کا جو حکم ہوا ہے،اسے کھلم کھلا کہہ دیجیے۔‘‘ (الحجر ۱۵: ۹۴) تو آپ نے اہل مکہ کو قرآن حکیم سنانا شروع کیا اور انھیں معبودان باطلہ کو چھوڑ کر اللہ واحد پر ایمان لانے کی دعوت دینے لگے۔غربا و مساکین کو اسلام کی طرف لپکتے دیکھ کر مکہ کے سرداروں کو اپنی پیشوائی اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی خدائی خطرے میں نظر آنے لگی۔انھوں نے ایمان لانے والے کمزوروں اور غلاموں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیے۔۵/نبوی میں یہ سلسلہ عروج کو پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد کیا: ’’اللہ کی سرزمین میں بکھر جاؤ۔‘‘ پھر حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا: ’’وہاں ایسا بادشاہ حکمران ہے جس کی سلطنت میں ظلم رائج نہیں۔تم وہاں رہنا جب تک اللہ تمھارے لیے کشادگی کی راہ نکال نہیں دیتا۔‘‘ چنانچہ نبوت کے پانچویں سال

* التوبہ ۹: ۱۰۰۔

ماہ رجب میں یہ پندرہ اہل ایمان کشتی کے ذریعہ حبشہ روانہ ہوئے، حضرت عثمان بن عفان، ان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کی زوجہ حضرت سہلہ بنت سہیل، حضرت زبیر بن عوام، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، ان کی اہلیہ حضرت ام سلمہ بنت ابوامیہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عامر بن ربیعہ، ان کی زوجہ حضرت لیلیٰ بنت ابوحثمہ (یا ابوخیثمہ)، حضرت ابوسبرہ بن ابورہم، حضرت ابوحاطب بن عمرو اور حضرت سہیل بن بیضا۔ یہ تاریخ اسلامی کی پہلی ہجرت تھی۔ حضرت ابوسبرہ بن ابورہم کو مہاجرین کے اس قافلۂ اولیں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کے قبیلہ بنوعامر بن لؤی کے حضرت ابوحاطب بن عمرو بھی ان کے ہم سفر تھے۔ طبری نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابن جوزی نے ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن بیضا کے نام کا اضافہ کیا ہے۔

شوال ۵ ر نبوی میں قریش کے قبول اسلام کی افواہ حبشہ میں موجود مسلمانوں تک پہنچی تو ان میں سے کچھ یہ کہہ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ ہمارے کنبے ہی ہمیں زیادہ محبوب ہیں۔ ابن جوزی کے بیان کے مطابق مکہ کے قریب پہنچ کر انھیں اس اطلاع کا غلط ہونا معلوم ہوا تو حضرت عبداللہ بن مسعود کے سوا سب حبشہ واپس ہو لیے، جبکہ حضرت ابن سعد کا کہنا ہے کہ یہ مکہ میں داخل ہوئے اور جب قوم کی طرف سے اذیت رسانی کا سلسلہ زیادہ شدت کے ساتھ دوبارہ شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بار دگر حبشہ جانے کی اجازت دے دی۔ ان کے ساتھ کئی دیگر مسلمان بھی جانے کو تیار ہو گئے۔ اس ہجرت ثانیہ میں اڑتیس مرد، گیارہ عورتیں اور سات غیر قریشی اہل ایمان شریک ہوئے۔ اس بار حضرت ابوسبرہ کی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت سہیل بھی ان کے ساتھ حبشہ روانہ ہوئیں۔

قبیلہ بنوعامر بن لؤی سے تعلق رکھنے والے جن دیگر اہل ایمان نے ہجرت ثانیہ میں شرکت کی، ان کے نام یہ ہیں: حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت عبداللہ بن سہیل، حضرت سلیط بن عمرو، ان کے بھائی حضرت سکران بن عمرو، ان کی اہلیہ حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت مالک بن زمعہ، ان کی اہلیہ حضرت عمرہ بنت سعدی اور حضرت ابوحاطب بن عمرو۔ بنوعامر کے حلیف حضرت سعد بن خولہ نے بھی ہجرت میں اپنے اہل قبیلہ کا ساتھ دیا۔ کچھ اہل تاریخ نے حضرت ابوسبرہ کو مہاجرین حبشہ کی فہرس میں شامل نہیں کیا۔

حضرت ابوسبرہ بن ابورہم ان تینتیس صحابہ میں شامل تھے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے سے پہلے مکہ لوٹ آئے۔ ۱۲ ر نبوی میں حج کے موقع پر اوس وخزرج کے انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت نصرت کر لی تو اہل ایمان کو اللہ کی طرف سے مدینہ ہجرت کرنے کا اذن عام مل گیا۔ سب سے

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

پہلے حضرت ابوسلمہ مخزومی شہر ہجرت پہنچے۔ پھر بیسیوں مسلمانوں نے مدینہ کا رخ کیا، ان میں حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت زبیر بن عوام شامل تھے، حضرت ابوسبرہ بن ابورہم بھی حبشہ کی طرف دوبارہجرت کرنے کے بعد تیسری ہجرت کے لیے مدینہ رواں دواں ہوئے۔ اس طرح انھیں تمام ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ مدینہ میں وہ قبا کے قریبی مقام عصبہ میں واقع انصاری قبیلہ، اوس کی شاخ بنوجحجبی (جحجبا) کی حویلی میں منذر بن محمد کے مہمان ہوئے، حضرت زبیر بن عوام بھی ان کے ساتھ ٹھہرے۔ جب انصار مدینہ سے مواخات کا موقع آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش کو حضرت ابوسبرہ کا انصاری بھائی قرار فرمایا۔

حضرت ابوسبرہ بن ابورہم تین سو تیرہ بدری صحابیوں میں شامل تھے۔ جنگ بدر میں حضرت ابوسبرہ کے علاوہ ان کی قوم کے حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت عبداللہ بن سہیل، حضرت عمیر بن عوف اور ان کے حلیف حضرت سعد بن خولہ نے بھی حصہ لیا۔ حضرت ابوسبرہ کو جنگ احد، جنگ خندق اور باقی تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

عہد فاروقی: خلیفۂ ثانی سیدنا عمر نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو چار ہزار کی فوج دے کر عراق کی مہم پر بھیجا۔ تب حضرت عمرو بن معدی کرب اور حضرت ابوسبرہ بن ابورہم کے پاس بنومذحج کی کمان تھی۔ سعد اپنی پہلی منزل سیراف پہنچے، قادسیہ کا معرکہ اس کے بعد پیش آیا۔

۱۷ھ: فتح اہواز کے بعد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر اکثر تمنا کرتے، کاش! ہمارے اور ایران کے مابین آگ کا ایک پہاڑ حائل ہو جائے۔ ہم ان تک پہنچ پائیں نہ وہ ہم سے چھیڑ خانی کر سکیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے قادسیہ میں فتح عظیم پائی تو بحرین کے گورنر علاء بن حضرمی بھی عجمیوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل کرنے کی پلاننگ کرنے لگے۔ وہ حضرت ابوبکر کے زمانۂ خلافت سے بحرین کے گورنر چلے آ رہے تھے، حضرت عمر نے انھیں معزول کرنے کے بعد یہ منصب دوبارہ سونپ دیا تھا۔ انھوں نے ان کو کسی بھی سمندری مہم سے روک رکھا تھا، لیکن علاء نے اس ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جارود بن معلّٰی، سوار بن ہمام اور خلید بن منذر کی قیادت میں تین دستے ترتیب دیے۔ خلید جو چیف کمانڈر بھی تھے، ان دستوں کو کشتیوں میں سوار کر کے اصطخر پہنچے۔ یہ فارس کا علاقہ تھا جہاں ہربز کی حکومت تھی۔ اسلامی فوج کشتیوں سے اتری تو اہل فارس نے ساحل پر قبضہ کر کے ان کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا۔ خلید نے فوج کو دلاسا دیا کہ صبر اور نماز سے مدد لو، یہ سرزمین اور کشتیاں اسی کو ملیں گی جس نے غلبہ پایا۔ طاؤس کے

مقام پر گھمسان کی جنگ ہوئی، فارسیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جیش خلید کو فتح حاصل ہوئی، تاہم سوار اور جارود جنگ میں کام آ گئے۔ مسلمانوں کی کشتیاں ڈوب چکی تھیں، انھوں نے بصرہ لوٹنا چاہا، لیکن وہ فارسی فوجیں ان کے راستے میں رکاوٹ بن گئیں جوان کے جرنیل شہرک (سہرک: ابن اثیر) نے خشکی کے راستوں پر اکٹھی کر رکھی تھیں۔ حضرت عمر کو اطلاع ملی کہ جیش اسلامی خطرے میں ہے تو علاء بن حضرمی پر سخت ناراض ہوئے۔ انھیں معزول کرنے کے ساتھ حضرت عتبہ بن غزوان کو فوراً ایک بڑا لشکر اصطخر بھیجنے کا حکم دیا۔ عتبہ نے اہل ایمان کو شمولیت کی عام دعوت دی۔ حضرت ہاشم بن ابو وقاص، حضرت عاصم بن عمرو، حضرت عرفجہ بن ہرثمہ، حضرت حذیفہ بن محصن اور حضرت احنف بن قیس جیسے بہادر شامل ہوئے تو بارہ ہزار کا لشکر تیار ہو گیا۔ اسے انھوں نے حضرت ابوسبرہ بن ابورہم کی سربراہی میں روانہ کر دیا۔ حضرت علاء بن حضرمی کو حضرت عمر نے سرزنش کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص کی کمان میں بھیج دیا۔

حضرت ابوسبرہ نے فوج کو خچروں پر سوار کیا اور سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے طاؤس میں خلید کی محصور فوج سے جا ملے۔ فارس کی دشمن فوج نے جسے تمام اطراف سے تازہ دم فوجوں کی مدد آ چکی تھی، اسے ہر طرف سے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ جیش ابوسبرہ کے پہنچنے کے بعد دوبدو لڑائی ہوئی۔ حضرت ابوسبرہ نے فارسی فوج پر کاری ضرب لگائی، فارسیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیے اور شکست فاش کو ان کا مقدر بنا دیا۔ انھوں نے بھاری مال غنیمت حاصل کرنے کے ساتھ خلید اور ان کی فوج کو حصار سے چھڑا لیا۔ فتح کے بعد حضرت ابوسبرہ فوج لے کر بصرہ میں عتبہ بن غزوان کے پاس واپس پہنچ گئے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گورنر بصرہ حضرت عتبہ بن غزوان نے جنگ سے فراغت پائی تو خلیفۂ دوم سے اجازت لے کر حج پر روانہ ہو گئے۔ حج کے بعد بصرہ کی طرف لوٹتے ہوئے وہ بطن نخلہ کے مقام پر گھوڑے سے گر کر جاں بحق ہوئے تو سیدنا عمر نے حضرت ابوسبرہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ سال کا بقیہ حصہ وہ اسی عہدے پر فائز رہے۔ پھر سیدنا عمر نے مغیرہ بن شعبہ کو گورنر بنایا اور جب ان کے خلاف شکایت آئی تو انھیں معزول کر کے ابوموسیٰ اشعری کو گورنر مقرر کیا۔

عراق اور اہواز فتح ہونے کے بعد شاہ ایران یزدگرد عوام کو ملامت کرتا رہا کہ تم نے عربوں کا غلبہ قبول کر لیا ہے۔ اس کے بار بار اکسانے پر فارس اور اہواز کے لوگوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے فوج تیار کر لی۔ بصرہ ان کا ٹارگٹ تھا۔ مسلم کمانڈروں جزء، سلمٰی اور حرملہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق کو مطلع کیا تو انھوں نے ایک طرف کوفہ میں موجود حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت نعمان بن مقرن کی سربراہی میں ایک بڑا لشکر

ہرمزان کا مقابلہ کرنے کے لیے اہواز بھیجنے کی ہدایت کی۔ دوسری طرف بصرہ میں متعین حضرت ابوموسیٰ اشعری کو خط لکھا کہ حضرت سہل (سہیل) بن عدی کی کمان میں ایک بڑی فوج روانہ کرو۔ انھوں نے کوفہ و بصرہ کی اس مشترکہ فوج کا سپہ سالار حضرت ابوسبرہ بن ابورہم کو مقرر کیا۔ نعمان کی قیادت میں اہل کوفہ نے سبقت کی، وہ رامہرمز پہنچے تھے کہ ہرمزان مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ توڑتے ہوئے مقابلے کے لیے نکل آیا۔ اہل فارس کی حمایت میں اس نے بصرہ سے ابوموسیٰ کی فوج کے آنے سے پہلے ہی جیش نعمان سے جنگ چھیڑ دی۔ دونوں فوجیں اربل (:ابن کثیر، اربک :طبری) کے مقام پر بھڑیں، شدید قتال کے بعد ہرمزان نے شکست کھائی اور شوستر (تستر) کی طرف فرار ہو گیا۔ نعمان بن مقرن نے رامہرمز پر قبضہ کرنے کے ساتھ شہر کے غلہ و خوراک کے ذخائر، اسلحہ اور جنگی آلات اپنے ہاتھ میں لے لیے۔

یہ اطلاع پا کر کہ ہرمزان شوستر (تستر) جا پہنچا ہے، بصرہ کی فوج نے شوستر کا رخ کیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ نعمان بھی اپنی فوج لے کر پہنچے اور محاصرے میں شامل ہو گئے۔ کمان حضرت ابوسبرہ کے ہاتھ تھی، انھوں نے امیر المومنین سیدنا عمر سے درخواست کی کہ ہرمزان نے بہت تیاری کے ساتھ ایک بڑی فوج اکٹھی کر رکھی ہے، اس لیے انھیں کمک بھیجی جائے۔ حضرت عمر نے گورنر بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو خود وہاں پہنچنے کی ہدایت کی۔ شوستر کا محاصرہ کئی ماہ جاری رہا۔ کافروں نے خندقیں کھود رکھی تھیں جن کی آڑ میں وہ اسلامی فوج پر حملے کرتے اور پھر واپس چلے جاتے۔ ایسی اسی (۸۰) جھڑپیں ہوئیں جس میں طرفین کا کافی جانی نقصان ہوا۔ حضرت براء بن مالک، حضرت مجزاہ بن ثور اور حضرت کعب بن سور نے سو سو کافر جہنم واصل کیے۔ مشہور صحابی حضرت براء بن مالک مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ وہ بھی لشکر میں شامل تھے، سپاہیوں نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ انھوں نے رب سے التجا کی: اے اللہ! ان کافروں کو ہمارے ہاتھوں شکست دے اور مجھے شہادت سے سرفراز کر۔ اس دعا کے ساتھ ہی مسلمانوں نے ایسی یورش کی کہ کافر خندقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور جب خندقوں پر بھی چڑھائی ہوئی تو وہ شہر میں گھس گئے اور دروازے مقفل کر لیے۔ چند دن گزرے تھے کہ محاصرہ ان پر دشوار ہو گیا، ایک شہری نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے امان مانگی کہ وہ مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے کا راستہ بتائے گا۔ اس نے انھیں وہ نالہ دکھایا تھا جس کے ذریعے شہر کو پانی سپلائی ہوتا تھا۔ کچھ دلیر رضا کار سامنے آئے، رات کے اندھیرے میں وہ بطخوں کی طرح تیرتے ہوئے شہر شوستر (تستر) میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن مغفل ان میں پیش پیش تھے۔ انھوں نے دربانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور دروازے کھول دیے۔ فجر کے وقت مسلم فوج شوستر میں داخل ہو چکی تھی، اس دن فجر کی نماز طلوع آفتاب

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

کے بعد پڑھی گئی۔

شہر فتح ہونے کے بعد ہرمزان قلعہ بند ہوگیا، کچھ نڈر مسلمانوں نے پیچھا کر کے اسے جا لیا۔ اس نے یکایک تیر اندازی شروع کر دی، حضرت براء بن مالک اور حضرت مجزاہ بن ثور کو شہید کرنے کے بعد چلایا: میرے ترکش میں سو تیر ہیں، جو بھی آگے بڑھے گا، اسے مار ڈالوں گا۔ سو آدمی مروانے کے بعد تم نے مجھے پکڑا تو کیا فائدہ؟ تو تم کیا چاہتے ہو؟ پوچھا گیا۔ میری جان بخشی کر دو، میں اسلام قبول کرتا ہوں، مجھے عمر کے پاس لے چلو۔ وہ میرے بارے میں جو چاہیں فیصلہ کر دیں۔ پھر تیر کمان پھینک کر خود کو حوالے کر دیا۔ حضرت ابوسبرہ بن ابورہم نے حضرت انس بن مالک اور حضرت احنف بن قیس کی نگرانی میں ہرمزان کو سیدنا عمر کے پاس مدینہ روانہ کیا اور خود فوج لے کر شکست خوردگان فارس کا پیچھا کرتے ہوئے سوس پہنچے۔ حضرت نعمان بن مقرن اور حضرت ابوموسیٰ ان کے ساتھ تھے، تاہم سیدنا عمر کے حکم پر حضرت ابوموسیٰ بصرہ لوٹ آئے۔

سوس پہنچ کر حضرت ابوسبرہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا، ہرمزان کا بھائی شہریار یہاں کا حکمران تھا۔ قلعہ بند وقفوں سے مسلمانوں پر حملہ کرتے اور فوجیوں کو زخمی کر کے چلے جاتے۔ ایک دن شہر کے راہب اور قسیس نمودار ہوئے اور کہا: عرب کے رہنے والو، ہمارے بزرگوں نے پیش گوئی کر رکھی ہے کہ سوس صرف دجال کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ اگر تم میں کوئی دجال نہیں تو محاصرے کی مشقت نہ اٹھاؤ۔ نعمان کو نہاوند جانے کا حکم ہوا تو جانے سے پہلے ایک بار پھر قلعہ بندوں کو جنگ کی دعوت دی۔ راہبوں نے قلعے کی فصیل سے جھانک کر اپنا پہلا جواب دہرایا۔ جیش نعمان میں شامل فوجیوں نے کہا: ہم جانے سے پہلے لڑائی ضرور کریں گے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی سپاہ کے ایک سپاہی صاف بن صیاد بھی اس روز نعمان کے ساتھ تھے۔ انھیں غصہ آیا تو قلعۂ سوس کے دروازے کو ٹھوکر مار کر بلند آواز میں پکارے: کھل جا۔ اہل سوس سمجھے کہ دجال آ گیا، یکایک زنجیریں شکستہ ہوئیں، تالے ٹوٹے اور دروازے کھل گئے اور اسلامی فوج شہر میں داخل ہوگئی۔ شہر کے باسیوں نے صلح! صلح! پکار کر ہتھیار ڈال دیے۔ حضرت ابوسبرہ بن ابورہم نے مقترب بن ربیعہ کو سابور کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے زر بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا۔

فتح کے بعد شہر والوں نے حضرت ابوسبرہ کو ایک میت دکھائی اور بتایا کہ یہ اللہ کے نبی دانیال علیہ السلام کا جسد ہے۔ ابوسبرہ نے میت ان کے پاس رہنے دی، جب وہ سابور کی فوجوں کا مقابلہ کرنے گئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری سوس لوٹ آئے اور اس باب میں امیر المومنین سیدنا عمر سے مکاتبت کی۔ حضرت عمر نے میت کی تدفین کا حکم دیا۔ چنانچہ دانیال علیہ السلام کے جسد کی تجہیز و تکفین کر دی گئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فتح سوس کے بعد نعمان بن مقرن نے نہاوند کا رخ کیا، جبکہ مقترب بن ربیعہ اور زر بن عبداللہ سابور کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابوسبرہ بھی وہاں روانہ ہو گئے۔ صبح و شام جنگ کی تیاری تھی، دو ماہ گزر گئے تھے کہ اچانک شہر والے دروازے کھول کر باہر نکل آئے، مویشی بھی ان کے ساتھ تھے۔ مسلمان حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اہل سوس نے بتایا کہ انھیں جزیہ ادا کرنے کی شرط پر امان کی پیش کش ہوئی تو انھوں نے قبول کر لی۔ ہم نے تو ایسی کوئی پیش کش نہیں کی، انھیں بتایا گیا۔ تب معلوم ہوا کہ اسلامی فوج میں شامل ایک غلام مکنف نے صلح نامہ لکھ دیا تھا۔ سب نے کہا: یہ تو ایک غلام ہے۔ سوسیوں نے کہا: ہم غلام، آزاد کو نہیں جانتے، ہم تو صلح پر قائم ہیں۔ تم چاہو تو عہد شکنی کر ڈالو۔ اب امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے ہدایت لی گئی۔ انھوں نے جواب لکھا: اللہ تعالیٰ نے ایفاے عہد کی بڑی عظمت بیان کی ہے۔ تم ایفا کیے بغیر اس عظمت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ عہد نبھاؤ اور وہاں سے چلے آؤ۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوسبرہ بن ابورہم نے مکہ میں سکونت اختیار کر لی۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد بدری صحابہ میں سے حضرت ابوسبرہ کے سوا کوئی مکہ منتقل نہ ہوا۔ اس لیے عام مسلمانوں نے یہ بات پسند نہ کی۔ حضرت ابوسبرہ کے بیٹوں نے اسے خلاف حقیقت قرار دیا ہے۔

حضرت ابوسبرہ بن ابورہم کی وفات عہد عثمانی میں ہوئی۔

حضرت ام کلثوم بنت سہیل سے حضرت ابوسبرہ کے بیٹے محمد، عبداللہ اور سعد پیدا ہوئے۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر (ابن خلدون)، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

گفتگو: جاوید احمد غامدی
مرتب: رانا معظم صفدر

جادو کی حقیقت

[''سماء'' ٹی وی کے پروگرام ''غامدی کے ساتھ'' میں میزبان کے سوالوں کے جواب میں جناب جاوید احمد غامدی کی گفتگو]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سوال: جادو کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: دنیا میں دو طرح کے علوم پائے جاتے ہیں: ایک وہ جو مادی قوانین پر غور کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو نفس سے متعلق ہیں۔ دنیا میں چیزیں بھی دو ہی پائی جاتی ہیں: مادہ اور نفس۔ ہمارے گرد و پیش کی کائنات ایک مادی کائنات ہے۔ اسی طرح میرا اپنا وجود بھی ایک مادی وجود ہے۔ میں مٹی سے بنا ہوا ہوں، لیکن میرے اندر ایک شخصیت ہے جس کو قرآن مجید اپنی تعبیر میں 'نفس' کہتا ہے۔ قدیم ترین زمانے میں جو علوم نفس سے متعلق ہوتے تھے، اُن کو بھی لوگ اپنی توجہ کا مرکز بناتے تھے۔ موجودہ زمانے میں لوگوں کا زیادہ اشتغال اُس طرف نہیں رہا۔ وہ زیادہ تر مادی علوم میں تحقیق کرتے ہیں۔

مادی علوم میں تحقیق کے نتائج آپ نے دیکھ لیے ہیں۔ یعنی پچھلے کم و بیش سوا سو سال میں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ میں یہاں بیٹھا گفتگو کر رہا ہوں، دنیا اُس کو سن رہی ہے۔ اِسی طرح سوشل میڈیا کی ایک دنیا وجود پذیر ہو گئی ہے۔ یہ فیس بک کیا ہے، یہ ٹویٹر کیا ہے؟ یہ رابطوں کی نئی دنیائیں کیا ہیں؟ چشم زدن میں ہمارا پیغام ہزاروں میل دور پہنچ جاتا ہے۔ آج سے سو پچاس سال پہلے کیا کوئی تصور کر سکتا تھا کہ یہاں میں تقریر کر رہا ہوں گا اور پانچ ہزار میل کے فاصلے پر سنی جا رہی ہو گی۔ اِسی طرح میری دل چسپی کا ایک فٹ بال میچ ہو رہا ہو گا اور اُس کو آپ ساری دنیا میں

بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے۔ یہ جتنی بھی چیزیں ہیں، یہ کیا ہیں؟ کیا آسمان سے کوئی وحی آئی ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ ہم نے اِس مادی دنیا میں تحقیق کی ہے اور اِس کے قوانین دریافت کیے ہیں۔ اب اگر آپ کسی بھی ایجاد کا جائزہ لیں تو وہ ایجاد جو کچھ آپ کے سامنے ہے، محض وہ نہیں ہوتی، بلکہ اُس کے پیچھے کچھ قوانین ہوتے ہیں جن کی بنیاد پر اُس کو وجود پذیر کیا جاتا ہے۔

اِسی طرح نفس کے اندر بھی کچھ قوانین ہیں۔ قدیم زمانے میں لوگ اُنھیں اپنی دل چسپی کا موضوع بناتے تھے۔ وہ ریاضتیں کرتے تھے، چلّے کاٹتے تھے، اپنے ماہرین کے پاس بیٹھتے تھے اور پھر یہ سیکھتے تھے کہ نفس کی دنیا کو کیسے دریافت کیا جائے۔ یہ بھی ایک بڑی دنیا ہے۔ اگر آپ اِس دنیا کو دیکھنا چاہیں کہ یہ کیسی عجیب وغریب دنیا ہے تو خود بھی اس کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں جو خواب آتا ہے، یہ کیا چیز ہے؟ یہ درحقیقت ہمارے نفس کے اندر جو حقائق موجود ہوتے ہیں، خواب اُن کو ایک تمثیل کی صورت دینا شروع کر دیتا ہے۔ ہمارے جسم پر اگر کوئی واردات گزرے تو خواب وہی واردات ہمیں مفصل کر کے دکھانا شروع کر دیتا ہے۔ خواب ایک ذریعہ ہے جس کو بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیغمبروں تک پیغام پہنچانے کے لیے اختیار کیا ہے، جیسے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا ذکر آیا ہے۔ لیکن عام حالات میں جو خواب ہمیں نظر آتے ہیں، وہ ہمارے نفس کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

اِسی طرح ہمارا شعور کیا ہے، تحت الشعور کیا ہے؟ اِس میں کس طرح چیزیں اتر جاتی ہیں؟ جب اتر جاتی ہیں تو ہمارا نفس اُن کو کیا شکلیں دیتا ہے؟ کیسی کیسی حسین صورتیں بنا دیتا ہے اور ہمیں کتنے سفر کرا دیتا ہے۔ یہ ہمارے نفس کی دنیا ہے۔ اِس دنیا کو بھی دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے بھی بہت سے قوانین ہیں۔ اِن قوانین کا اگر مطالعہ کیا جائے تو لوگوں کو ایسے ہی حیرت میں ڈالا جا سکتا ہے جس طریقے سے سائنس دان حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

سوال: کیا نفس کی ریسرچ کو باقاعدہ علم قرار دیا جا سکتا ہے؟

جواب: اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایک علم تھا، لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اِس پر مادی علوم کی طرح کی تحقیق نہیں ہوئی۔ دورحاضر میں لوگوں کی زیادہ تر توجہ مادی علوم کی طرف رہی ہے اور اُن میں وہ کرشمے بھی دکھا رہے ہیں۔ اب کچھ کچھ ہمارے سائنس دان بھی اِس طرف توجہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ جدید نفسیات میں جس علم کو پیرا سائیکالوجی کہتے ہیں، اُس میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو اب استعمال کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر ہپناٹزم ہے۔ اِس سے ہم بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ ایک طرح کی نیند کی کیفیت طاری کر کے آپ بچپن تک کی چیزیں معلوم کر سکتے ہیں۔ اِس کے تجربات لوگوں نے کر کے دیکھ لیے ہیں۔ یہ درحقیقت نفس کو جاننا ہے، اُس کے اندر اترنا ہے۔ جیسے ہی آپ

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

اُس کے اندر اترتے ہیں تو بہت سی ایسی چیزیں سامنے آجاتی ہیں کہ آدمی بالکل حیران رہ جاتا ہے۔

سوال: اِس صورت میں تو یہ ایک مکمل سائنس ہے، تو پھر اِسے پڑھایا کیوں نہیں جاتا؟

جواب: کوئی علم اُس وقت سائنس بنتا ہے جب اُس کو علمی طریقے سے ترتیب دیا جائے اور اس کے نتائج کو لیبارٹری میں ٹیسٹ کیا جا سکے۔ جہاں تک اِن نفسی علوم کا معاملہ ہے تو یہ سائنس بنے ہی نہیں۔ اِس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کے ماہرین نے اِنھیں سائنس بننے ہی نہیں دیا۔ اُنھوں نے اِن علوم کو ایک راز کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔

قدیم زمانے میں بھی اِس کے بڑے بڑے ماہرین رہے ہیں۔ قرآن مجید ایک ماہر کا تعارف کراتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں یہ خواہش ظاہر کی کہ اِس سے پہلے کہ سبا کی ملکہ میرے پاس پہنچے میں چاہتا ہوں کہ اُس کا تخت اپنے پاس منگوا لوں۔ اصل میں وہ اپنے علوم وفنون کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے کہ میرے پاس کتنی غیر معمولی طاقت ہے۔ جب اُنھوں نے اپنے دربار میں لوگوں سے یہ بات کی تو اُس وقت ایک جن اُن کے دربار میں موجود تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ تخت میں لا دیتا ہوں، لیکن مجھے اتنا وقت چاہیے جتنے وقت میں آپ کا دربار برخاست ہوتا ہے۔ گویا کوئی چار پانچ گھنٹے اُس نے اِس کام کے لیے مانگے۔ قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ وہاں ایک شخص تھا جس کے پاس قانون خداوندی کا ایک علم تھا۔ اُس نے اُس علم سے تخت کو چشم زدن میں لا کر سامنے رکھ دیا۔ یہی چیز آج ایک واقعہ بن چکی ہے۔ یعنی آپ ہزاروں میل کے فاصلے سے آواز لے آتے ہیں، تصویر لے آتے ہیں، حرکات لے آتے ہیں۔ اب صرف ایک مادی چیز کے آنے کا معاملہ رہ گیا اور مادی علوم میں بھی تحقیق کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم اِن ذرات کو منتشر کر کے لا سکتے ہیں۔ یعنی یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ناممکن ہو۔

سوال: ایک عام جادوگر جسے ہم شعبدہ باز کہتے ہیں، وہ لوگوں کو entertain کرتا ہے، جبکہ ایک دوسرا جادوگر لوگوں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر اُنھیں اُن کے مسائل کے حل کا یقین دلاتا ہے، کیا اِن دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے؟

جواب: جب کسی علم کو سائنسی تحقیق کے دائرے میں نہیں لایا جاتا تو ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یعنی وہ نام تو اُس علم کا استعمال کر رہے ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں لوگوں کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں زیادہ تر لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں، اُنھوں نے چیزوں پر غور بھی نہیں کیا ہوتا اور پھر جب انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ عام حالات کے مقابلے میں زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ اس کمزوری کے عالم میں اُسے

جو دروازہ بھی ملے، وہ کھٹکھٹاتا ہے۔ ایسے حالات سے فائدہ اٹھانے کے لیے لوگ گلی گلی نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، کوئی استخارے کا کاروبار کر رہا ہے، کوئی جادو ٹونا کر رہا ہے، کوئی محبت کے مراحل طے کرا رہا ہے۔ اِس طرح یہ سارے معاملات عطائیوں کے ہاتھ میں آجاتے ہیں۔ یہ صرف ہمارے معاشرے ہی میں نہیں، ہر معاشرے میں یہی صورت حال ہے، حتیٰ کہ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں بھی ایسی ہی ضعیف الاعتقادی ہے۔

سوال: غامدی صاحب آپ نے فرمایا کہ یہ واقعی ایک علم ہے تو کیا حقیقت میں یہ کوئی تبدیلی لا بھی سکتا ہے یا محض نظر کا دھوکا ہے؟

جواب: اِس علم کی کئی نوعتیں ہیں۔

ایک نوعیت یہ ہے کہ آپ کی نظریں دھوکا کھا رہی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگروں کو لایا گیا تو اُنھوں نے لوگوں کی نگاہوں کو اِس طرح متاثر کر دیا کہ اُنھیں رسیاں سانپ نظر آنے لگیں۔ قرآن مجید میں اِس کے لیے 'يُخَيَّلُ اِلَيْهِ'* کے الفاظ آئے ہیں۔ گویا دیکھنے والوں کے تخیل پر کچھ لوگ اثر انداز ہو گئے۔ رسیوں کو کچھ نہیں ہوا۔ یعنی وہ سانپ نہیں بن گئیں، لیکن نظر اس طرح آنے لگ گئیں جس طرح سانپ لہراتے ہوئے چل رہے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دوسری نوعیت یہ ہے کہ ایک چیز واقعتاً رونما ہو جاتی ہے۔ یہی وہ علم ہے جو ہاروت و ماروت، دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا۔ یہ علم آج بھی موجود ہے اور اِس کی کرشمہ سازی کا خود میں نے بھی تجربہ کیا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں میرے پاؤں پر بچھو کاٹ گیا۔ میں اُس وقت تیسری چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ بچھو کے کاٹنے کے بارے میں سنا پڑھا ضرور تھا، لیکن اُس کی تکلیف کا اندازہ نہیں تھا۔ اتنا ہی شدید درد تھا جیسے کسی نے پاؤں میں کیل ٹھونک دی ہے۔ میرے بہنوئی پاس کھڑے تھے، اُنھوں نے مجھے پکڑا اور قریب کے ایک گھر میں لے گئے۔ وہاں ایک عالم فقیر محمد صاحب رہتے تھے۔ وہ باہر آئے اور اُنھوں نے میرے پاؤں پر اپنی انگلی رکھ دی۔ انگلی جیسے ہی پاؤں پر لگی، فوراً تکلیف ختم ہو گئی۔ نہ درد تھا، نہ سوجن تھی۔

علامہ اقبال کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی کتاب ''اپنا گریباں چاک'' میں بتایا ہے کہ وہ پیر کرم شاہ صاحب الازہری کے ساتھ کسی جزیرے پر سیر کر رہے تھے کہ اُن کے بازو پر کسی کیڑے نے کاٹ لیا۔ وہ جگہ بالکل سرخ ہو گئی اور شدید تکلیف اور سوجن کی وجہ سے بازو ہلانا مشکل ہو گیا۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے تو اُنھوں

---

* طٰہٰ ۲۰: ۶۶۔

نے کہا کہ لگتا ہے کہ کسی چیز نے کاٹ لیا ہے۔ پیر صاحب نے کہا کہ ذرا بازو دکھایئے۔ پھر اُنھوں نے کچھ پڑھ کے اُس کے اوپر پھونکا تو یک بہ یک درد بھی ختم ہو گیا اور سوجن بھی غائب ہو گئی۔ درد کا احساس تو الگ بات فزیکل اثرات بھی ختم ہو گئے، یعنی سوجن غائب ہو گئی۔

قدیم زمانے میں بھی اِس علم کے ماہرین موجود رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اِس کے بارے میں پوچھا گیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے ہاں کچھ یہودی خواتین ہیں جو کچھ پڑھ کے پھونک دیتی ہیں تو کیا کسی بیماری یا تکلیف میں ہم اُن سے رجوع کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بس اِس کی احتیاط کر لو کہ اُس میں کوئی شرک کی بات نہیں ہونی چاہیے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ بطور علم اِس کی نفی نہیں کی گئی۔

سوال: ایک عام آدمی کو کیا بتانا چاہیے کہ وہ کس حد تک اِن علوم کے ماہرین سے مدد لے سکتا ہے؟

جواب: عام آدمی کو یہ بتانا چاہیے کہ وہ یہ جاننے کی کوشش کرے کہ جو کچھ اُس کو کہا جا رہا ہے یا اُس سے کرایا جا رہا ہے، اُس میں کوئی اخلاقی قباحت تو نہیں ہے؟ کسی مذہبی عقیدے پر تو زد نہیں پڑ رہی؟ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی مدد تو نہیں مانگ رہا؟

سوال: آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو واقعہ بیان کیا اُس کی کچھ مزید وضاحت کر دیں۔ جادوگر اُن کے مقابلے میں آئے تھے اور بعد میں ایمان لے آئے تھے، اُس کی کیا وجہ تھی؟

جواب: اُس کی وجہ یہ تھی کہ کسی علم کے ماہرین سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا ہوتا کہ حقیقت کیا ہے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو ڈال دیا اور وہ سانپ بن گیا تو اُن سب کو معلوم ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے۔ یہ ہمارا فن نہیں ہے، بلکہ اُس سے ماورا کوئی چیز ہے جس کا ہم تصور نہیں کر سکتے تھے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آج کے زمانے میں اگر کوئی بات سائنس سے ماورا سامنے آئے تو سائنس دانوں کی شہادت بڑی غیر معمولی شہادت بن جائے گی۔

سوال: کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کیا گیا، اس موضوع کی روایتوں کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: قرآن مجید میں بھی اس واقعے کا ذکر ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں یہود بھی تھے۔ اُن کے ہاں اِس علم کا غیر معمولی اشتغال تھا۔ اِس کے بڑے بڑے ماہرین اُن کے اندر پائے جاتے تھے۔ یہود نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو زک پہنچانے کے لیے بہت سے اقدامات کیے۔ آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی، لوگوں کو ورغلانے کی کوشش کی، آپ کو بلا کر یہ چاہا کہ اوپر سے کوئی پتھر گرا دیں۔ اِنھی میں سے ایک

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کوشش یہ بھی تھی کہ اُنھوں نے آپ پر جادو کرنے کی سعی کی۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر اِس کا صرف اتنا اثر ہوا کہ ذرا سی سرگرانی محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور اللہ کی پناہ مانگی تو سرگرانی ختم ہوگئی۔ اِس مقصد کے لیے پہلے ہی معوذتین نازل کر دی گئی تھیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی سی بات تھی جسے افسانہ بنا لیا گیا۔

پیغمبروں کے بارے میں اس طرح کی کوششیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت قرآن میں دے رکھی ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے کہ آپ خدا کے پیغمبر ہیں اور خدا آپ کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ جس طرح اللہ نے ہجرت کے موقع پر قاتلانہ حملے کی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور آپ کو وہاں سے ایسے نکالا کہ لوگوں کو پتا بھی نہیں چل سکا اور جس طرح غار ثور میں آپ کو محفوظ رکھا، اُسی طرح یہود کی اِس کوشش کو بھی ناکام کر دیا۔

سوال: آپ نے معوذتین کا ذکر کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب ہم پر کسی نے کچھ عمل کرا دیا ہو یا ہماری بندش ہوگئی ہو تو معوذتین سے اُس کا علاج کیوں نہیں ہو پاتا؟

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

جواب: معوذتین دعائیں ہیں، کوئی منتر نہیں ہیں۔ دعا آپ کو ہر بیماری میں، ہر مصیبت میں کرنی ہے۔ دعا اور چیز ہے اور اِس نوعیت کا نفسی علم اور چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کوئی نفسی علم نہیں سکھایا، دعا کرنے کی تلقین فرمائی۔ لہٰذا اِس طرح کی صورت پیش آ جائے تو معوذتین پڑھنی چاہییں۔ اللہ سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔ نفسی علوم کا کوئی اچھا ماہر ہو تو اُس سے مدد لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ، جادو ٹونے سے ہر حال میں گریز کرنا چاہیے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اچھا کام کرنے کے لیے ذریعہ بھی اچھا ہونا چاہیے۔ جادو ٹونا اپنی ذات میں اِس لیے برا ہے کہ اِس میں معاملہ ہی شیاطین سے کیا جاتا ہے جو جنوں اور انسانوں، دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ جادو ٹونے سے علاج معالجے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے جرائم پیشہ لوگوں نے ایک مافیا بنا لیا ہو اور اُس مافیا سے لوگ اچھے کام بھی لینا شروع کر دیں۔ جو علم اللہ تعالیٰ نے ہاروت و ماروت پر اتارا تھا، وہ علم بھی اچھا تھا اور اُس کو حاصل کرنے کا ذریعہ بھی اچھا تھا۔ اِس علم کو اب بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، جیسے ابھی میں نے چند مثالیں دیں کہ کچھ لوگوں نے دم کیا، پھونکا اور آرام آ گیا۔

ادبیات

خیال و خامہ

جاوید احمد غامدی

O

پھر وہی شوق دلبری، کچھ تو ملے فراغ ابھی
آتش غم سے داغ کر بیٹھے ہیں داغ داغ ابھی

شیخ کے اختیار میں ابر بھی ہے، ہوا بھی ہے
آئے، اگر بجھا سکے، ہاتھ میں ہے چراغ ابھی

آپ کے ہیں تو پھر یہ کیوں زرد پڑے ہیں سرنگوں
ابر کرم کے منتظر آپ کے باغ و راغ ابھی

اپنے وجود کی فغاں فلسفہ ہاے شرق و غرب
پھر بھی اسیر زلف ہیں تیرے دل و دماغ ابھی

اِس سے ہوئی ہے ساقیا، گردش رنگ مے کدہ
تیری نگاہ التفات بھرتی رہے ایاغ ابھی

Pakistan's Leading Cattle Genetics Company

ALTAF & CO

اصل کاروبار تو مہنگی۔ قیمتی گائے بنانا ہے
دودھ اور گوبر ثانوی مصنوعات ہیں

Exclusive agent of:
World Wide Sires, USA

27 YEARS OF SERVICE 1986-2013

ڈیری فارم کو منافع بخش بنائیں

کیا آپ ڈیری فارم چلا رہے ہیں
کیا آپ ڈیری فارم بنانا چاہتے ہیں ؟

1986ء سے قائم شدہ "الطاف اینڈ کو" پاکستان کی پہلی کمپنی ہے۔ جس نے دنیا کی سب سے بڑی امریکن سیمن کمپنی World Wide Sires سے تصدیق شدہ سانڈھوں کا (نارمل اور سیکسڈ) سیمن درآمد کر کے پاکستان کی ڈیری انڈسٹری کیلئے اہم کام سرانجام دیا۔

ہمارے لائیوسٹاک اور ڈیری ڈویلپمنٹ کے شعبہ جات فراہم کرتے ہیں

- مکمل مصنوعات برائے افزائشِ نسل
- مکمل رہنمائی برائے ڈیری فارمنگ
- فارم مشینری ڈویژن
- لائیوسٹاک ٹریننگ انسٹیٹیوٹ

- مکمل رہنمائی برائے ڈیری فارمنگ
- امپورٹڈ ڈیری اور بیف سیمن
- ایمبریوز اور ایمبریوز ٹرانسفر ایکویپمنٹ
- مصنوعی تخم ریزی کا سامان
- امپورٹڈ جانوروں کی سپلائی
- جانوروں کے استعمال کیلئے الٹرا ساونڈ مشین
- سیمن سٹوریج کیلئے لیکوئیڈ نائٹروجن کنٹینرز

لائیوسٹاک ٹریننگ انسٹیٹیوٹ، لاہور (رجسٹرڈ)
(A Project of Altaf & Co)

Livestock Training Institute LAHORE

ہیڈ آفس

الطاف اینڈ کو پلازہ، 16/1، آوٹ فال روڈ، نزد ویٹرنری یونیورسٹی، (عقب ضلع کچہری)، لاہور - پاکستان فون: 042-37214004 / 6
ای میل info@altafandco.com

برانچ آفسز

لاہور	شیخوپورہ	جھنگ	دیپالپور	ساہیوال
042-37220873 0300-8487772	0307-4444255 0301-7043571	0301-6111598 0313-4872574	0300-8738184 0324-4995999	0302-8488368 0322-4024333 0322-4554445
حاصل پور 0300-4020377	سرگودھا 0302-6727897	پشاور 0307-5955661	گوجرانوالہ 0300-4020371	
ملتان 0322-4029996	فیصل آباد 0321-4020260	ڈی۔جی۔خان 0300-6789870	لیہ 0300-8475323	

ڈسٹری بیوٹر

تلہ گنگ
0300-4020325

Tour Team: 0301-6111598 | www.altafandco.com

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com